SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, November 02, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطن ینزغ بینھم ان الشیطن کان للانسان عدوا مبینا۔ ربکم اعلم بکم ان یشا یرحمکم او ان یشا یعذبکم وما ارسلنک علیھم وکیلا ۔ و ربک اعلم بمن فی السموٰت والارض ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض واتینا داود زبورا ۔ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا ۔

(ترجمہ) اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) ان میں فساد ڈلوا دیتا

ہے۔ کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے۔ اور ہم نے تم کو ان پر داروغہ (بنا کر) نہیں بھیجا۔ اور جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارا پروردگار ان سے خوب واقف ہے۔ اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت بخشی اور داؤد کو زبور عنایت کی۔ کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے ان کو بلا دیکھو۔ وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ (سورہ بنی اسرائیل آیات ۵۳ تا ۵۶)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور): جناب چیئرمین! آپ آج Orders of the Day دیکھیں تو it is huge. اس میں دو تین چیزیں ہیں جو بڑی غور طلب ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ گاہے بگاہے private members بڑی محنت سے کوشش کرتے ہیں کہ Rules of Procedure میں اگر کہیں lapse ہے یا کمی ہے یا remodelling is required تو وہ اس کو amendment کی صورت میں Orders of the Day پر لے آتے ہیں۔ ہفتے میں ایک دن ہوتا ہے اور اس کے علاوہ resolutions بھی ہوتی ہیں، ساتھ ہی legislative business کے حوالے سے بھی بہت سارے bills ہوتے ہیں۔ آج اگر ہم دیکھیں تو بہت بھاری agenda ہے۔ کسی حالت میں بھی ہم ان میں سے دو تین items سے زیادہ کی disposal نہیں کر سکتے۔ تو اسے ایک بیماری سمجھیں، میں تو اسے ایک بیماری کہتا ہوں۔ of Procedure piecemeal میں ہم یہاں پر پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ منظور ہو جائیں اور پھر اس میں induct ہو جائیں۔ اس کا حل ہم نے قومی اسمبلی میں یہ نکالا ہے کہ وہاں پر ہم نے باقاعدہ ایک special committee تشکیل دی ہے اور یہاں پر ایک ایسا ہی Rule 180 special committee کا ہے۔ اس میں ہم نے یہ کیا ہے کہ terms and conditions رکھی ہیں اور ہم

نے چار ملکوں سے rules of procedure منگوائے ہیں اور پھر جو مختلف amendments ہوئی ہیں Constitution میں 17th Amendment کے حوالے سے، اس میں meditation committee ہے یا دوسری چیزیں ہیں جو ہماری کمی یا کمزوریاں ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ request کرنا چاہتا ہوں کہ treasury اور opposition benches سے، ہر دو میں سے due share کے ساتھ، number کے ساتھ ایک special committee for Rules of Procedure to correct it with respective period بنا دی جائے تو بجائے اس کے کہ معزز اراکین گاہے بگاہے Rules of Procedure میں اپنی amendment بھیجتے رہیں، میری یہ استدعا ہو گی کہ under the Rules which provide in Rule 180 that we can constitute a special committee by mixing across یعنی opposition and treasury benches کو اور وہ respective period کے تحت، مل کر وہ تمام rules جہاں پر amendment درکار ہے، addition یا reduction ہے یا amendment کے حوالے سے غور کرے۔ 17th Amendment تھی، اس پر meditation committee بنی۔ پھر budget, Finance Bill پر اور دوسری اس کی statement which is sent when it is presented to the National Assembly یہ یہاں پر بھی بھیجا جاتا ہے اور یہاں پر اس پر in due course of time recommendations درکار ہوتی ہیں تاکہ وہ consider ہوں، اس میں جو بہتر ہوں، وہ pick up ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کمزوری کو ہم اس طریقہ کار سے ختم کر سکتے ہیں کہ special committee کے تحت in the special period, the terms and conditions collectively study کر کے Rules of Procedure کو دوبارہ revise کر دیں تو ہمارے لئے بہت سود مند ہو گا، ایک تجویز میری یہ ہے۔

دوسرے حوالے سے بھی میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ legislation صرف Government کا کام نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب private members بھی بڑی محنت کرتے ہیں اور جہاں وہ کسی law میں کمی یا کمزوری دیکھتے ہیں وہ بڑی محنت سے اس کے لئے amendments propose کرتے ہیں اور اس میں ان کی کوشش یہ ہوتی ہے -------

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! کورم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب! بولنے دیں۔ بولنے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب! کورم نہیں ہے۔ کورم پورا نہیں ہے۔ آپ ذرا دیکھیں۔ بغیر کورم کے اجلاس کیسے چلتا ہے؟

جناب چیئرمین: انہوں نے تجویز دی ہے۔ میرا خیال ہے وسیم سجاد صاحب! آپ ذرا اپوزیشن سے بات کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نہیں جی۔ کورم تو ضروری ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ کورم پورا کریں۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): اس پر ہم پارٹی میٹنگ میں غور کریں گے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب! میں سمجھتا ہوں کہ اور مواقع ہو سکتے ہیں کورم کو point out کرنے کے، میں دوستوں سے گزارش کروں گا کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے ------

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نہیں جناب! کورم تو ضروری ہے۔ کورم ضروری ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: میں اتفاق کرتا ہوں آپ جو فرما رہے ہیں۔ کورم ہونا ضروری ہے لیکن میں ویسے ہی آپ سے عرض کر رہا تھا۔۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب۔ چیئرمین! ایک خبر کورم کے اوپر "Friday Times" کے اندر آئی ہے کہ وزیر اعظم صاحب مجبور ہوئے ہیں کہ سرکاری پارٹی کے ارکان جن کی وجہ سے کورم پورا نہیں ہو پا رہا ہے، جو اسمبلی میں نہیں آ رہے ہیں، انہوں نے ISI کو فہرست دی ہے کہ آپ ان کی خبر لیں اور کورم ensure کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: کورم تو ضروری ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: یہ بڑا failure ہے۔ سوا سو کے قریب آپ کے پاس

وزیر، پارلیمانی سیکریٹری اور چیئرمین ہیں اور کورم پورا نہیں کر پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اپوزیشن صرف آپ کو یاد دلا رہی ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے ہیں۔ صرف الاؤنسز لینا اور ہاؤس میں شرکت نہ کرنا یہ غلط ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے مجھے معلوم نہیں ہے۔ مجھے ISI کا کوئی علم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، ہمیں بھی کوئی ایسا علم نہیں ہے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب! میں عرض کرتا ہوں کہ میں بحیثیت ممبر سینیٹ آف پاکستان یہاں حاضر ہوتا ہوں اور باقاعدگی سے حاضر ہوتا ہوں۔ ہمیں کسی نے نہیں کہا کہ آپ نے ضرور حاضر ہونا ہے۔ ہم اپنی ذمہ داری اور اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن آج میں نے صرف اس لئے کہا ہے آپ کا حق ہے آپ point out کرسکتے ہیں، Rules آپ کو allow کرتے ہیں ساری باتیں صحیح ہیں لیکن میں نے صرف یہ کہا ہے کہ آج پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ آج ہمارا دن ہے۔ گورنمنٹ سے آپ کیجیئے۔ گورنمنٹ کے دن پر آپ point out بے شک کیجیئے لیکن تھوڑی سی آپ فراخ دلی سے کام لیجیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، نہیں، نہیں وہ اب بھی پورا کر سکتا ہے۔ لیڈر آف دی ہاؤس ابھی پچیس آدمی پورے کرسکتا ہے۔ نہیں آپ تقریر نہیں کرسکتے۔ آپ گھنٹی بجائیں جناب چیئرمین! جب تک کورم پورا نہیں ہوتا کوئی تقریر نہیں کرسکتا ہے۔ --- آپ کورم پورا کریں۔

Mr. Chairman: Let the bells be rung for the quorum.

(کورم کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

Mr. Chairman: The House is now in quorum. Let us continue with the proceedings.

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب چیئرمین! آپ کی اجازت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ آج کے agenda پر غور فرمائیں تو اس کے دو portions ہیں یعنی item No.

13 سے لے کر 40 تک ہمارے Bill ہیں اس کے بعد 41 سے لے کر last item تک Rules of Procedure میں amendments ہیں - یہ دو basic items ہیں ماسوائے چند کے اور ایک یہاں motion ہے تو میں گزارش یہی کر رہا تھا کہ ہر دو ' ایک تو Rules of Procedure کے حوالے سے --

جناب چیئرمین- میرے خیال میں آپ کی suggestion جو ہے وہ سن لی ہے-

Wasim Sahib, I think you should coordinate.

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): میری گزارش یہ ہوگی کہ کمیٹی موجود ہے اور یہ سارے ان کو refer کر دیتے ہیں. کمیٹی ان کو دیکھ لے گی پھر special committee کی شاید ضرورت نہ پڑے کیونکہ already we have standing committee.

Mr. Chairman: Mian Raza Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I endorse what the honourable Leader of the House has said. I think, there is a committee which has been constituted, Standing Committee of the House and let all the rules be referred to that, so that it can go through it and then give its report to the House.

جناب چیئرمین، میرے خیال میں وسیم صاحب! items 41 onwards کمیٹی کو refer کر دیں- Yes, Prof. Khurshid Sahib.

POINTS OF ORDER

RE: (I) THE PRESIDENT TO HOLD ANOTHER OFFICE BILL, 2004

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے یہ موقع دیا- حقیقت یہ ہے کہ with a very heavy heart یہ بات کہہ رہا ہوں لیکن آپ کی اجازت سے میں تین باتیں کہنا چاہتا ہوں جو صرف اس مقصد سے ہیں کہ ایک اہم situation ہے جس پر کہ سینیٹ اور اسمبلی کو غور کرنا چاہیئے- لیکن چونکہ میں جو

اصل بات کہنا چاہتا ہوں وہ میری نگاہ میں زیادہ اہم ہے اس لیے آپ اجازت دیں کہ پہلے دو جملوں میں، میں ایک ضمنی بات کہہ دوں پھر میں اپنی اصل بات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ پہلی چیز جناب والا! کہ کشمیر کا مسئلہ ہمارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ ملک کے مستقبل اور ساڑھے چودہ ملین ہمارے بھائی اور بہنوں کو جس حق سے محروم رکھا گیا ہے اور ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور آج بھی انڈیا کی reports یہ ہیں، اس لیے کہ اب ادھر ادھر سے تو کوئی چیز نہیں ہے، سارے borders بند ہیں لیکن ظلم ہر روز بڑھ رہا ہے اور slowly boil کر رہا ہے تو ان حالات کے اندر حکومت کی طرف سے بڑی conflicting statements آ رہی ہیں۔ کبھی کہا جا رہا ہے کہ ہم محض proposal دے رہے ہیں، کبھی کہا جا رہا ہے کہ UN resolutions irrelevant ہو گئے ہیں، کبھی کہا جا رہا ہے کہ اپنے اصولی موقف سے نہیں ہٹے ہیں۔ یہاں بھی وزیر محترم نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ نہیں، ہم اپنے اصولی موقف سے نہیں ہٹیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا serious مسئلہ ہے اور یہ بات کہ آپ اخبارات میں بحث کر لیں اتنی اہم نہیں جتنی اہم یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں گفتگو ہو، پارلیمنٹ کی کشمیر کمیٹی میں بحث ہو، تو یہ مسئلہ یہاں لائیے، کھل کر بات کیجیئے۔ اگر کوئی sensitive چیز ہے تو close door meeting کیجیئے لیکن جس طریقے سے اخباری بیانات کے ذریعے confused signal دیئے جا رہے ہیں گویا کہ there is total break down of Kashmir policy تو یہ ختم ہونا چاہیے۔

دوسری چیز جناب والا! کل State Bank کی سالانہ report آئی ہے اور اس کے اندر بہت سے alarming signals ہیں۔ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ rate of growth جس کے متعلق اس وقت انہوں نے توقع ظاہر کی تھی کہ اب ہم 6% plus جا رہے ہیں وہ سارے کا سارا jeopardous ہے۔ Inflation کی position یہ ہے کہ low income group کے لیے اس وقت inflation rate 13، 14 فیصد State Bank کی report کے تحت ہے اور general statement میں جو inflation rate ہو گا وہ 7 to 8% ہونا ہے۔ اس کے نتیجے میں سٹیٹ بنک کہتا ہے کہ rate of growth نیچے جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی آپ یہ دیکھیے کہ ان چند دنوں کے اندر ہم نے 5% rate of exchange lose کیا ہے۔ لازماً اس کا نتیجہ یہ ہونا ہے کہ rate of interest بڑھے گا۔ ان دونوں کے نتیجے کے طور پر investment suffer کرے گی اور پھر وہ

ہے تو alarming بڑی position کی Unemployment ۔نہیں ہونے پائے گا growth rate

میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ کو سٹیٹ بنک کی report کے اوپر غور کرنا چاہیے۔ Economic

policy یہاں زیر بحث آنی چاہیے۔ ان دو ضمنی points کے بعد جو اصل نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ

حقیقت یہ ہے کہ کل جس قانون کو ہم نے پاس کر لیا ہے اس نے ملک کی سیاسی زندگی کو ایک

شدید مشکل سے دو چار کر دیا ہے۔ میں ایم ایم اے کے نمائندے کی حیثیت سے یہ بات کہنا چاہتا

ہوں کہ ہم نے حکومت کو، جنرل صاحب کو ایک honourable راستہ exit کا دیا تھا اور اس کے لیے

ہم نے ایک معاہدے کے تحت ایک constitutional arrangement اس ملک میں لانے کی

کوشش کی لیکن کل سینیٹ نے یہ بل پاس کر دیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ہمارے اس معاہدہ کو

point out کرنے کے باوجود کہ propriety کا تقاضا ہے، دستور میں President کے حلف کا

تقاضا ہے کہ وہ اس کو assent نہ دے لیکن ہمیں ڈر ہے کہ وہ اس کو assent دے دیں گے

اور ساتھ ہی میں tribute pay کرنا چاہتا ہوں جناب ایس ایم ظفر کو کہ انہوں نے اپنے ضمیر کی

آواز کو برملا rise کیا، اپنے انداز میں کیا لیکن حق بات کا اظہار کیا اور تاریخ میں اپنا ایک مقام پیدا

کر لیا۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مشاہد صاحب کا رویہ بھی مثبت تھا لیکن ایک طرف آپ

dialogue کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف dialogue کا جو حشر آپ نے کیا اسے آپ نظر

انداز کر دیتے ہیں۔ Dialogue اسی وقت ہو سکتا ہے جب زبان کا اعتبار ہو۔ جب credibility

ہو۔ جب دونوں پارٹیوں کو یہ اعتماد ہو کہ dialogue کے نتیجے میں جو بات agree کی جائے گی

اس کا احترام کیا جائے گا۔ اگر اس کا احترام نہیں کرتے تو اس کے بعد dialogue ایک مذاق

ہے۔ Dialogue ایک دھوکہ ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ 17th Constitutional

Amendment اگر اس کا اصل تقاضا پورا نہیں ہوتا ہے، ابھی ایک chance ہے اور جیسے ایس

ایم ظفر صاحب نے کہا ہے کہ اگر good conscience prevails اور جنرل پرویز مشرف صاحب

31 سے پہلے پہلے Chief of Staff کا عہدہ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ امید کی ایک کرن ہے، that is

the only light beyond the tunnel. اس کے علاوہ کوئی روشنی موجود نہیں ہے، تاریکی ہی

تاریکی ہے۔ آپ اس نظام کو نہیں بچا سکتے اور 17th Constitutional Amendment زمین پر

گر جاتی ہے، آپ صدر نہیں رہتے اور پھر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں دونوں عہدے

چھوڑنے ہوں گے اور یہ نظام جسے ہم اور آپ بچانے کی ایک آخری کوشش کر رہے ہیں، ابھی وقت ہے، اسے بچانے کی کوشش کر لیجیے لیکن اگر آپ نہیں کرتے تو پھر آپ کی ذمہ داری ہو گی۔ تاریخ آپ کو جن الفاظ سے یاد کرے گی وہ اس ملک کو نقصان پہنچانے والے کے طور پر کرے گی اور ہم نے قربانی دے کر جو راستہ آپ کو دیا تھا اسکو آپ frustrate کرنے والے ہیں۔ جو کچھ کیا گیا ہے اس پر ہم شدید احتجاج کرتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ opposition کی تمام parties مشورہ کر رہی ہیں کہ ہمیں آئندہ کیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہے پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر۔ جب تک ہم اس چیز کو تیار نہیں کر لیتے ہیں، ہمارا احتجاج جاری رہے گا یہاں بھی اور باہر بھی لیکن جو بات کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ legitimacy and credibility دونوں تباہ ہو گئے ہیں اور کوئی dialogue نہیں ہو سکتا جب تک کہ legitimacy اور credibility دونوں موجود نہ ہوں اور اس کی پوری پوری ذمہ داری بدقسمتی سے جنرل صاحب اور ان کے ان چند افراد پر ہے جو انہیں اس طرف لے جا رہے ہیں اور جن میں سے ایک نے کل اس ایوان میں یہ تک کہنے کی جسارت کی ہے کہ آرمی کا permanent role ہونا چاہیے۔ جبکہ مجھے خوشی ہے کہ اپنے مخصوص انداز میں، بہت ہی ادب کے ساتھ، دب کر، وسیم سجاد صاحب نے کم از کم اتنی بات کہی کہ ہم اس کو transitory arrangement سمجھتے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم transitory arrangement کی باتیں کر کر کے، دھوکے کھا کھا کر اس مقام پر آ گئے ہیں جہاں once for all یہ بات طے ہو جانی چاہیے کہ دو چیزوں پر اب کوئی مذاکرات نہیں ہوں گے اور کوئی compromise نہیں ہوگا۔ ایک یہ کہ ملک کے civil نظام میں، دستوری نظام میں، فوج کا political role نہیں ہوگا۔ فوج دفاع کے لیے ہے اور دفاع سے آگے کوئی ideological defence، کوئی political role، کوئی نام نہاد stability، کوئی development, کوئی anti-terrorism, یہ اس کا کام نہیں۔ Anti-terrorism کے لیے جو civil حکومت طے کرے گی اس کا کام ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔ یہ بات کہنا کہ اگر وردی نہیں ہوتی تو اس کے بعد anti-terrorist movement نکل سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑی زیادتی فوج کے ساتھ نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ فوج اس ملک کے دستور کے، اس ملک کے نظام کے، اس ملک کی سیاسی قیادت کے تابع نہیں ہے۔ کیا اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا کہ

جب شہباز شریف صاحب نے ghost schools کے لیے فوج کو استعمال کیا، تو استعمال ہوئی فوج۔ کیا یہ نہیں ہوا کہ جب واپڈا کے لیے فوج کی ضرورت پڑی تو اسے استعمال کیا گیا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ جب کراچی میں فوج کی ضرورت پڑی تو civil حکومت میں اس نے کام کیا۔ تو یہ جو message آج آپ دے رہے ہیں یہ بڑا خطرناک ہے اور میں چاہتا ہوں کہ پہلی بات یہ طے ہوجائے کہ اب civil نظام چلائیں گے، عوام کے نمائندے چلائیں اور فوج کا کوئی کردار نہیں ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ law of necessity جس نے 1954 سے لے کر آج تک اس ملک کے سیاسی ارتقاء، قانونی ارتقاء کو sabotage کردیا ہے، ہمیں اسے اتنا گہرا دفن کر دینا چاہیے کہ کوئی کورٹ، کوئی قیادت اسے باہر نہ نکال سکے۔ ان دونوں کو ختم کیے بغیر اس ملک میں صحیح سیاسی ارتقاء ممکن نہیں ہے، جمہوریت کا ارتقاء ممکن نہیں ہے، عوام کے حقوق کا تحفظ ممکن نہیں ہے، اس لیے opposition ان تمام معاملات پر یکسو ہے اور ہم صاف کہنا چاہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ dialogue کے لیے تیار ہیں۔ سیاست میں dialogue کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا لیکن dialogues ان سے ہوتے ہیں جو اپنی بات کا پاس کریں، جن کی بات پر اعتبار کیا جاسکے اور جس کے بارے میں یقین ہو کہ اگر کوئی بات طے ہوگی تو اس کا احترام کیا جائے گا۔ جو وعدے کرکے وعدے سے مُکرتے ہیں، جو عہد کرکے اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں، جن کی بات میں کوئی وزن نہیں ہو ان سے dialogue بے معنی ہیں۔ یہ بڑی ضروری بات ہے جو میں آپ کے توسط سے کہنا چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیے۔ وسیم صاحب جو suggestions تھیں on the procedure, I think اس کو concerned Standing Committee کو دے دیا جائے، تو پھر اس پر آپ جو بھی --- O.K. یہ point of order ہوجائے پھر اس کے بعد بھنڈر صاحب move کریں گے۔ جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے کل کے پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کے کالے سیاہ کالے دن کے بعد آج یہ موقع فراہم کیا کہ میں اپنے

خیالات کا اظہار کرسکوں۔ سب سے پہلی بات تو جناب چیئرمین! کل کے بارے میں جو غالباً دنیا کی پارلیمانی تاریخ کا بد ترین دن ہے میں procedure کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب والا! اس ہاؤس کی روایت یہ رہی ہے کہ یا تو Leader of the Opposition یا اپوزیشن کا کوئی بھی سینئر رکن چاہے پروفیسر صاحب ہوں یا میں ہوں وہ اپوزیشن کی طرف سے debate کو جب wind up کرتا ہے تو پھر حکومت کی طرف سے یا تو Leader of the House صرف wind up کرتے ہیں یا ان کے بعد Minister جو Bill کو pilot کر رہے ہوں وہ اپنی winding up speech دیتے ہیں۔

کل بہرحال اس tradition سے departure ہوا اور ایک اور tradition سے departure ہوا کہ وزیر قانون اس Bill کو pilot نہیں کر رہے تھے۔ اس Bill کو pilot جناب ڈاکٹر شیر افگن صاحب کر رہے تھے اور اگر winding up تقریر Leader of the House کے بعد کسی کی ہونی تھی تو وہ روایت کے مطابق ڈاکٹر شیر افگن کی ہوسکتی تھی اور Leader of the House اور وزیر قانون کو اور دوسرے ممبران کو اپوزیشن کے آخری سپیکر سے پہلے اپنی تقاریر مکمل کر لینی تھیں لیکن بہرحال کیونکہ یہ "کالا شاہ کالا" دن تھا لہٰذا جو بھی procedure adopt کیا گیا اس کالے قانون کو وجود میں لانے کے لیے اس procedure کو ہم چلنے دیتے ہیں لیکن آپ سے یہ گزارش ضرور ہے کہ آئندہ ان روایات کا خیال ضرور رکھیئے گا۔

جناب چیئرمین! Democratic Alliance اور ARD نے ابتداء ہی سے یہ بات بڑے واضح اور کھلے الفاظ میں کہی ہے کہ ہم سترھویں آئینی ترمیم کو کسی بھی صورت میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور ہم نے یہ بھی واشگاف الفاظ میں کہا اور یہ ہماری stated position رہی ہے کہ جس وقت بھی ہمارے پاس individually یا collectively 2/3rd majority دونوں ایوانوں میں موجود ہوئی تو سب سے پہلا قانون جس کو ہم ختم کریں گے وہ سترھویں آئینی ترمیم ہوگا کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سترھویں آئینی ترمیم پارلیمان کے اوپر ایک ضرب ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سترھویں آئینی ترمیم کے ذریعے صوبائی خود مختاری کو ختم کیا گیا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سترھویں آئینی ترمیم کے تحت سول حکومت کو فوج کے تابع لایا گیا ہے جو پاکستان کے آئین کی، جو قائد اعظم کی کسی بھی وقت اور کسی بھی صورت میں منشا نہیں تھی۔

جناب چیئرمین صاحب! میں نے یہاں پر کل بھی یہ بات کہی اور آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی ڈیوٹی میں کوتاہی کروں گا اگر میں ایس ایم ظفر صاحب کی تعریف نہ کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایس ایم ظفر صاحب نے treasury benches پر بیٹھ کر ایک ایسی مشعل راہ قائم کی ہے جسے اگر treasury کے ممبر اپنے سامنے رکھیں اور مثال بنائیں تو یہ پارلیمان جو تباہی کے رستے پر چلی ہے شاید آئندہ اس کو واپس لانے کی صورت حال بن سکے۔ چلیں جو کل ہو گیا سو ہو گیا لیکن یہ کل کے واقعات کل پر ختم نہیں ہوں گے۔

جناب چیئرمین صاحب! میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ کل دو تین باتیں کی گئیں جنہیں میں سمجھتا ہوں کہ record کی درستگی کے لیے بیان کرنا لازم ہے۔ یہاں پر یہ کہا گیا اور اکثر کہا جاتا رہا ہے کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو Civilian Martial Law Administrator بنے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں لیکن یہاں پر جو بات دیکھنے والی ہے، اس میں پہلی بات یہ ہے کہ جن حالات میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کو فوج واپس لائی، اس وقت کے حالات کا سب کو علم ہے کہ جنرل یحییٰ خان کو رحیم خان اور گل حسن نے house arrest کیا ہوا تھا اور پاکستان کے پاس اس وقت صدر موجود نہیں تھا۔ اس وقت ملک میں ایک constitutional بحران تھا اور آئینی void اس ملک میں تھا اور جب 20 دسمبر 1971 کو انہوں نے آ کر صدر اور Chief Martial Law Administrator کا عہدہ سنبھالا تو اس وقت یحییٰ خان President House میں زیر حراست تھا اور اس کے فوراً بعد 17 اپریل 1972 کو انہوں نے National Assembly سے vote of confidence لیا اور 17 اپریل 1972 کو ایک Interim Constitution دیا اور Martial Laws کا within a period of three months خاتمہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ اس وقت West Pakistan کی majority party کے قائد تھے۔ وہ ایک elected آدمی تھے اور اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو پہلی دفعہ پاکستان کی تاریخ میں کسی civilian نے in to the domain of the military تجاوز کیا۔ اگر اس کو اس انداز میں دیکھنے کی بات کی جائے--- پھر یہاں پر Election Commission کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ میں یہاں پر صرف اتنا کہوں گا کہ آپ تمام سیاسی پارٹیوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دور میں غلطیاں کیں لیکن آپ تو یہ

کہا تھا آ کر یہ آپ نے ۔ گے کریں درست کو چیزوں تمام آپ کہ تھے آئے کر لے mandate کہ institutions politicise ہو رہے ہیں، میں ان institutions کو depoliticise کروں گا اور آپ نے فوج کے ادارے کو جو آج دن تک سیاست میں ملوث as such نہیں ہوا تھا، اس کو ایک قانونی شکل National Security Council بنا کر دی اور آپ نے جو کل Bill پاس کیا ہے، آپ نے اس کو سیاست میں ملوث کیا ۔ جناب چیئرمین! یہاں Election Commission کی بات ہو رہی ہے۔ چلیں! میں کہتا ہوں کہ سیاسی جماعتوں نے غلطیاں کی ہیں لیکن کیا یہ لازم تھا کہ آپ بھی غلطی کریں؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جس طریقے سے 2002 کے الیکشن کروائے گئے، اس میں Election Commission کی کون سی independence تھی؟ کیا International observers نے یہ نہیں کہا کہ 2002 کے الیکشن ، دھاندلی کے الیکشن تھے۔ جناب چیئرمین! اس کے بعد شوکت عزیز کا جو الیکشن ہوا، اس کے بارے میں اس floor پر جب ہم نے point out کیا کہ Election Commission کا ایک notification ہے، جو incumbent minister کو الیکشن لڑنے سے روکتا ہے، تو اگلے دن Election Commission نے اپنے اس notification کو withdraw کر لیا۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہی Election Commission جو آپ کے دور میں بنایا گیا ہے، اسے ARD کی طرف سے 55 ایسی شکایات شوکت عزیز کے الیکشن میں دھاندلیوں کے بارے میں بھیجی گئیں لیکن ان میں سے ایک کا جواب بھی اس Election Commission نے دینا گوارا نہیں کیا۔ کیا یہ وہی Election Commission نہیں ہے جس نے referendum کے متعلق extra-constitutional step اٹھایا تھا کہ وہ صدر کے الیکشن کا ذریعہ بنیں ۔ کیا یہ وہی Election Commission نہیں ہے جس نے اس قدم کی support کی تھی؟ کیا یہ وہی Election Commission نہیں ہے کہ آئین کے تحت جو concept alien تھا کہ President کو vote of confidence دیا جائے تو ان لوگوں نے یہاں آکر ان دونوں Houses of Parliament اور Provincial Assemblies کو preside کیا اور ان کے خلاف اس وقت ہاؤس کے اندر "stranger" کی آواز لگی اور پھر بھی یہ ہاؤس میں بیٹھے رہے اور جناب چیئرمین! آج اگر بات کی جاتی ہے تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے--- اور باتیں بہت کی جا سکتی ہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ former Chief

لینے oath نے Justice of Pakistan. Justice Saeed -uz- Zaman Siddiqui Sahib سے انکار کیا تو اس وقت تک انہیں اپنے ہاؤس میں آپ لوگوں نے confine رکھا جس وقت تک Judges نے oath نہیں لے لیا؛ ٹھیک ہے کہ سیاسی جماعتوں نے غلطیاں کی ہوں گی لیکن آپ تو یہ کہہ کر آئے تھے کہ ہم ان غلطیوں کو درست کرنے آئے ہیں اور ہم shame democracy کو ختم کرنے آئے ہیں لیکن آپ نے تو خود democracy کو in chains ڈال دیا ہے، ان ایوانوں کو آپ نے تالے لگانے کے مترادف کر دیا ہے اور آج آپ یہاں کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! جیسے پروفیسر صاحب نے کہا کہ ہمارا یہ احتجاج اسمبلیوں کے اندر اور اسمبلیوں کے باہر جاری رہے گا اس وقت تک جس وقت تک سول اتھارٹی کی بالادستی نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین ؛ وسیم سجاد صاحب! یہ جو procedure پر کہا تھا کہ binding نہیں ہوتا۔ اس میں کیا تھا، کل جو نام تھے اس میں پھر کیسے یہ----

سینیٹر وسیم سجاد ؛ جناب والا! جس Rule کا یہ حوالہ دے رہے ہیں اس کو میں نے دیکھا نہیں ہے۔ میں اس کو ضرور study کروں گا کیونکہ یہ چیز تو اب گزر گئی ہے۔ اس کو بار بار چھیڑنا اس وقت مناسب نہیں ہے، آئندہ یہ مسئلہ آئے گا تو میں بھی اس کو دیکھ کر آؤں گا اور میں اپنی استطاعت کے مطابق جناب کی guidance کر دوں گا۔

What I am saying is that I have not been able to study this aspect in detail. In my opinion the question really is that because of the collective responsibility of Ministers to the House and to the Parliament, whether a Minister regardless of his designation, when a Minister winds up the debate, does it mean that the person by name as to wind it up or a Minister. So this is the question, I have not studied in detail, I must confess that this point has taken me by surprise. The matter is gone and passed and next time if this issue comes up....

Mr. Chairman: Then we would like to uphold the tradition. So, we will look at this and see whatever it is, it is certainly we will look into that to rest assured. We will coordinate.

Senator Wasim Sajjad: We will study it and guide you, not only in accordance with the spirit of the Rules but also conventions and practices in this respect. So, we will do that.

I am not either saying yes or no, what I am saying sir that we ٹھیک ہے جناب

.....

Mr. Chairman: We would like to uphold good traditions that certainly would be followed.

Senator Wasim Sajjad: And we will try and follow what is the appropriate practice. We should also look at the purpose of the Rules, the object of the Rules because if the purpose is that the government has to wind up........

Mr. Chairman: I have noted your names.

Senator Wasim Sajjad: If the purpose is that the government has to wind up, supposing even on a particular day, the person who is representing the government is not well, ill, out of the country, prevented by some circumstances to be not present, what happens? Will the government then go unrepresented? So, all these questions and, what I am saying is all these questions, I am not saying either yes or no. What I am saying is that we will examine them at the appropriate time.

Mr. Chairman: Anyway look at it but good tradition should be

uphold. Mr. Ahmed Ali.

سینیٹر احمد علی: جناب چیئرمین! ابھی پروفیسر صاحب نے سٹیٹ بنک کی رپورٹ کے بارے میں بات کی تھی۔ میں نے بھی اس رپورٹ کو study کیا ہے۔ Yes انہوں نے inflation کافی اوپر دکھایا ہے لیکن اس کی کئی وجوہات بھی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس رپورٹ کو discuss کیا جانا چاہیے۔ اسے بڑا appreciate کیا جائے گا اگر آپ اس کو کمیٹی کو دے دیں تاکہ ہم discuss کرکے آپ کو اس کی رپورٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین: میں تھوڑا عرض کرلوں۔

If the House wants to continue with the points of order because it is taking a lot of time then if you want to, let us keep them brief and to the point and should be a point of order. Yes Ibrahim Sahib.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! کل جو قانون پاس ہوا ہے اس پر بات ہوئی ہے۔ سترھویں ترمیم کے بارے میں ڈیموکریٹ الائنس کی رائے تو جناب میاں رضا ربانی صاحب نے بیان کر دی ہے۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سترھویں ترمیم متحدہ مجلس عمل نے حکومت کے ساتھ مل کر پاس کی۔ سترھویں ترمیم کے ذریعے سے تین باتوں کا اہتمام ہوا ہے۔ پہلی بات یہ کہ ریفرنڈم کے نتیجے میں جنرل مشرف کی صدارت کو ہم نے تسلیم نہیں کیا تھا اور سترھویں ترمیم کے ذریعے سے اس بات کو تسلیم کیا گیا' اگرچہ متحدہ مجلس عمل کا مطالبہ تو یہ تھا کہ نئے سرے سے صدارتی انتخاب ہو اور ان کا electoral college باقاعدہ انتخاب میں حصہ لے کر صدر کا انتخاب کرے لیکن جنرل مشرف صاحب اور ان کی team کی طرف سے یہ درخواست ہوئی کہ اس موقع پر انتخاب نہ کروائیں اور آئین کے Article 41 میں sub Articles (8) and (9) کا اضافہ کر کے vote of confidence کا طریقہ اختیار کیا گیا اور کل جو بات کہی گئی کہ یہ transitional stage ہے۔ ہم نے اسی transitional stage کی بنیاد پر اس بات کو تسلیم کیا کہ electoral colleges سے vote of confidence اگر لیا جائے تو جنرل پرویز مشرف صاحب کو ہم صدر تسلیم کرلیں

گے۔ ریفرنڈم کی نفی اس طریقے سے ہوگئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آئینی ترمیم جو LFO کے ذریعے سے کی گئی تھی ہم نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور یہ ضروری قرار دیا کہ پارلیمنٹ کے سامنے یہ چیزیں پیش ہوں اور پارلیمنٹ سے ان کو validation ملے اور اس کے بعد یہ آئین کا حصہ بنیں گی۔ سترھویں ترمیم کے ذریعے، Article 270 (a)(a) کے ذریعے، ان کو validation ملی۔ اس validation پر اگرچہ Democratic Alliance کا اعتراض تھا لیکن ہماری رائے یہ تھی کہ ان کی رائے درست نہیں ہے۔ اس سے پہلے تین بار validation مل چکی ہے۔ ایوب خان کے دور میں ان سے پہلے جو مارشل لاء تھا اس کو بھی validate کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے دور میں جب یہ آئین بن رہا تھا اس آئین کے اندر دو validations اس سے پہلے کی گئی تھیں، اس وقت جب یہ آئین بن رہا تھا (1) Article 269 کے ذریعے سے:

> "All Proclamations, President's Orders, Martial Law Regulations, Martial Law Orders and all other laws made between the twentieth day of December, one thousand nine hundred and seventy-one and the twentieth day of April, one thousand nine hundred and seventy-two (both days inclusive),"

یہ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا وہ مارشل لاء ہے جب انہوں نے اقتدار سنبھالا اور ۴ مہینوں کی (1) validation Article 269 کے ذریعے ملی اسی آئین میں، یہ بالکل بنیادی بات ہے۔ جب آئین بن رہا تھا Article 270 کے ذریعے یحییٰ خان (۱۹۶۹ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک) کے دور کو بھی validation اس آئین کے ذریعے ملی۔ ہم نے یہ رائے دی کہ اس وقت ہم اس transitional دور اور اس بحران سے نہیں نکل سکتے جب تک کہ ہم جنرل پرویز مشرف کا ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر 2002 تک جب اسمبلی وجود میں آئی اس وقت تک کا period validate نہ کریں اور ہم نے یہ کہا کہ LFO کے ذریعے جو آرٹیکل (a) (a) 270 ڈالا گیا ہے، یہ درست نہیں ہے۔ اس کو ہم نے 17th amendment کے ذریعے تبدیل کرا دیا اور یہ

validation دے کر یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ LFO کے ذریعے ترامیم درست نہیں تھیں اور 2/3rd majority سے آئین میں جو ترامیم ہو گئی ہیں وہ آئین کا حصہ بن گیا ہے۔

جناب عالی! سب سے آخری اور اہم بات فوجی وردی کے بارے میں تھی۔ ۲۴ دسمبر ۲۰۰۳ کو یہ معاہدہ دستخط ہوا۔ اس معاہدے کے پیرا گراف ۶ میں یہ بات لکھ دی گئی کہ Article 63 (d) (1) ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ء سے نافذالعمل ہو جائے گا۔ اس کے معنی کیا ہیں؟ میں اس کی کوئی تشریح اور کوئی تعبیر کرنے کی بجائے جنرل پرویز مشرف صاحب کی ۲۴ دسمبر ۲۰۰۳ کی رات کی تقریر کا حوالہ دوں گا کہ انہوں نے خود اس کی تشریح کر ڈالی اور اس کی تعبیر کر دی اور انہوں نے کہہ دیا کہ ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ سے پہلے پہلے کسی بھی دن جس کا تعین جنرل پرویز مشرف کریں گے وہ وردی اتار دیں گے اور یہی شاید ان کے الفاظ تھے۔ یہ سترھویں ترمیم کی بنیاد تھی۔ اس بنیاد پر ہم نے اس کو تسلیم کیا تھا کہ transition ہے اور اس عبوری دور سے نکلنے کے لئے ضروری ہے لیکن جب اس بنیاد پر تیشہ چلایا گیا، اس بنیاد کو ختم کیا گیا اور اس Article میں ترمیم بھی نہیں کی بلکہ ایک سادہ قانون کے ذریعے سے اس کو لا رہے ہیں۔ اگر ان کی نیت یہی تھی کہ بعد میں انہوں نے ایسا ہی کرنا ہے تو اسی موقع پر ان کو کہنا چاہیے تھا۔ ہمیں Democratic Alliance کے دوستوں نے اس وقت کہا کہ آپ دھوکہ کھا رہے ہیں لیکن ہم نے کہا کہ جب تک بات ثبوت کو نہیں پہنچتی، ایک بات ثابت نہیں ہوتی آپ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہم نے اعتماد کیا لیکن میں بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے اعتماد کا خون کیا گیا۔ سترھویں ترمیم کی بنیاد کو ڈھا دیا گیا۔ اس وقت سترھویں ترمیم موجود نہیں ہے۔ متحدہ مجلس عمل نے سترھویں ترمیم کی جو تائید کی تھی وہ تائید انہوں نے خود ہی ختم کر دی۔ اس لئے جنرل پرویز مشرف کو سترھویں ترمیم کے ذریعے ہم نے جو آئینی صدر تسلیم کیا تھا اس کی حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف بھی وہ نہیں رہے اور صدر مملکت بھی وہ نہیں رہے۔ اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ سینیئر جنرل کو چیف آف آرمی سٹاف بنا دیا جائے اور نئے سرے سے صدارتی الیکشن آئین کے مطابق electoral colleges سے کروائے جائیں۔ اگر اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے تو بہت اچھی بات ہے ہم ڈائیلاگ کے لئے تیار ہیں۔ اس ایوان کی کارروائی اور پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کی کارروائی آئین کے خلاف چلائی جا رہی ہے، حکومت کے اس نظام کو آئین اور

قانون کے خلاف چلایا جا رہا ہے۔ ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ ہم پارلیمنٹ کے اندر بھی احتجاج جاری رکھیں اور پارلیمنٹ کے باہر بھی اور یہ حق بنتا ہے کہ ہم کر سکیں تو ملین مارچ اسلام آباد کی طرف کریں اگر کر سکیں تو ٹریلین مارچ کریں۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھیے۔ طاہرہ لطیف صاحبہ۔

سینیٹر طاہرہ لطیف، شکریہ جناب چیئرمین! یہ ہم سب جانتے ہیں کہ فوجی حکومتوں کا سیاست میں آنے کا راستہ ہمارے سیاست دانوں کے رویے ہیں۔ یہ آپ لوگوں کی وجہ سے ہمارا پہلے بھی بہت زیادہ وقت ضائع ہو گیا ہے اب بھی آپ کر رہے ہیں۔ سیاستدانوں کے یہ رویے ہیں۔ سیاست دان ہمیشہ باہمی تعاون میں ناکام رہے ہیں اسی وجہ سے فوج کو حکومت میں آنے کا موقع مل گیا ہے۔ بارہ اکتوبر 1999 کا واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور میں آپ کو یہ بتا دوں کہ جب سے یہ فوجی حکومت آئی ہے ہمارا ملک بہت ترقی کر رہا ہے۔ ہماری معاشی حالت اتنی اچھی ہو گئی ہے کہ reserve میں بارہ ملین ڈالر پڑے ہوئے ہیں جبکہ پہلے ہمارا ملک قرضوں میں جکڑا جا رہا تھا۔ میں صرف آپ کی باتوں کا جواب دینے کے لئے کھڑی ہوئی ہوں کیونکہ اب آپ کو چپ کر جانا چاہئے۔ اب آپ کو آئندہ کچھ بھی نہیں بولنا چاہیے۔ ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ قانون بنانے چاہئیں۔ آپ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ ان ایوانوں میں بیٹھ کر اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں اور ہمارا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں۔ جب فوج نے اقتدار سنبھالا تو آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا حالات تھے۔ اس وقت ہمارا ملک انتہائی بدانتظامی میں تھا اور اس وقت کرپشن کا دور دورہ تھا۔ ملک میں ہر طرف سے قرضے لیے جا رہے تھے پرویز مشرف نے معیشت کو سنبھالا دیا اور انہوں نے ہماری معیشت بحال کرنے کے ساتھ ساتھ، ہمارے معاشرتی حالات بھی اچھے کئے۔ ہماری شرح تعلیم اصلاحات کی وجہ سے بہت اوپر چلی گئی ہے اور بہت سی چیزوں میں ترقی ہو رہی ہے۔ اب کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم واپس پیچھے مڑیں اور پھر ہم اسی دور میں چلے جائیں جب پھر ہمارے اوپر قرضے چڑھنے شروع ہو جائیں۔ اس وقت ہمارا کافی قرضہ اتر گیا ہے۔ اب ہم آئی ایم ایف سے چھٹکارا پا رہے ہیں۔ کیا آپ ہمیں واپس لے جانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہماری قوم ترقی کرے۔ میں آپ لوگوں کی باتوں کا جواب دینے کے

لئے کھڑی ہوئی ہوں۔ کیونکہ جس طرح آپ لوگوں کے رویے اچھے نہیں ہیں۔ فوج کو تو بار بار آپ لوگ خود بلاتے ہیں کہ آجائیں۔ آجائیں اور آ کر کرسی سنبھالیں۔ شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : میں ذرا اس کو لے لوں so many points of order, اتنا بڑا ایجنڈا ہے۔ Does the House want to continue with the points of order.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب چیئرمین! جہاں تک پوائنٹ آف آرڈر کا تعلق ہے اس ہاؤس میں پوائنٹ آف آرڈر بولنے کا ایک بہانہ بن چکا۔ جناب! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کا یہ اعتراض ہے کہ ہماری adjournment motion نہیں آتی۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جتنی adjournment motions اپوزیشن دے ہر ایک کو ہاؤس میں لائیے۔ کسی کو چیمبر میں kill نہ کیجیے۔ یہی روایات ہیں کہ ہر ایک adjournment motion کو آپ لائیے، ان کو سنیے، admissibility پر rule out کیجیے یا admit کیجیئے تاکہ یہ پوائنٹ آف آرڈر کا روز روز کا جو دھندا ہے یہ ختم ہو۔ ان کو مشکلات ہیں۔ ویسے مشکل ان کو ہوگی، ان کو نوٹس دینا پڑے گا، لکھنا پڑے گا، وقت پر لائیں گے وہ دیں گے اور وہ adjournment motions آئیں گی لیکن جناب! آئیں وہ قانون کے مطابق ہوں گی، ضابطہ we will welcome them. کے مطابق ہوں گی۔ یہ ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ میں آیا ہوں۔ مجھے راستے میں اگر کوئی خیال آیا تو میں آکر پوائنٹ آف آڈر raise کر دوں۔ یہ نہ تو Rules of Procedure ہیں، نہ پارلیمنٹری precedents ہیں جو ہم set کر رہے ہیں۔ ہماری یہ debates اگلی آنے والی اسمبلی پڑھے گی، صوبائی اسمبلیاں پڑھیں گی اور کہیں گی کہ یہ point of order raise ہوا تھا۔ Point of order کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آپ نے یہ decide کرنا ہے کہ یہ point of order ہے کہ نہیں۔ ہماری debate میں کہیں نہیں آتا کہ یہ point of order rule out ہوا یا اس کو میں rule out کرتا ہوں تو پھر یہ ہوگا کہ یہ سارے points of order valid ہیں، یہ Rules of Procedure کے مطابق ہیں، یہ Parliamentary precedents کے مطابق درست نہیں ہے۔ میں مودبانہ التماس کروں گا اپوزیشن سے بھی کہ ہم rules کے مطابق چلیں اور آپ بے شک لائیں ،ہمیں

خوشی ہو گی اس بات کی تاکہ وزراء صاحبان بھی ایک گھنٹے کے اندر ساری معلومات لے کر تیار ہو کر آئیں ۔ یہاں ہوتا یہ ہے کہ بہت اہم مسئلے یہاں پیش کئے جاتے ہیں اپوزیشن کی طرف سے لیکن وزیر یا تو یہاں ہوتا نہیں ہے یا اس کا جواب نہیں آتا ۔ اس کا جواب آنا چاہیے ایک گھنٹے کے اندر۔

جناب والا! مجھے معلوم ہے کہ مغربی پاکستان اسمبلی میں صبح سات بجے ممبر نوٹس دیتا تھا، آٹھ بجے Assembly proceeding شروع ہوتی تھی۔ ایک گھنٹے بعد وزراء صاحبان حیدر آباد سے، کراچی سے، وزیرستان سے معلومات لے کر تیار بیٹھے ہوتے تھے اور وہ آتے تھے اور اپنے جواب دیتے تھے، House کو fully inform کرتے تھے اور properly ایوان کو information دی جاتی تھی۔ میرا کوئی ایسا مقصد نہیں ہے کہ میں کسی لحاظ سے آپ کے جذبات کو، اپوزیشن کے جذبات کو مجروح کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کا حق ہے کہ وہ چیزیں لائے اور جناب! ان کو House میں لائیں، ان کو kill کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ان کو procedure کے مطابق House میں لائیں، ان کا بھی کام ہو۔

جناب والا! ایک واقعہ عرض کردوں مغربی پاکستان اسمبلی میں ایک دفعہ چار سو adjournment motions آ گئی تھیں ۔ I took up them بیس adjournment motions ہر روز لیا کرتے تھے، سب کی سب ختم ہو گئی تھیں اور بہت سے معاملات میں relief مل بھی گیا تھا ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ اس رسم کو ہم ترک کریں، adjournment motions کو لائیں اور قاعدے اور قانون کے مطابق ہم چلیں ۔ شکریہ جناب ۔

جناب چیئرمین: یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ points of order بڑھتے جا رہے ہیں، we want to continue with points of order. What is the sense of the House. جی وسیم سجاد۔

Senator Wasim Sajjad: Sir, I just want to make a slight submission in support of

جو میرے فاضل دوست جناب بھنڈر صاحب نے کہا ہے کہ ابھی تک تو ہم نے points of

آیا order کو بڑا liberally لیا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جب یہ ایوان معرض وجود میں آیا تو اس میں business کم تھا یعنی legislative business کم تھا 'لہذا liberally آپ نے بھی allow کیا 'ہم نے بھی اعتراض نہیں کیا ' ان کا بھی یہی خیال تھا کہ کوئی اور business نہیں ہے تو ٹھیک ہے point of order پر بات کریں۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ایوان کا business بڑھ رہا ہے اور بہت سا pending business اب اس ایوان میں جمع ہو چکا ہے تو میرا خیال ہے کہ ان حالات میں اس سارے کو regulate کرنا بھی ہمارا فرض بنتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ہر ممبر کا حق ہے کہ کوئی ایک point جو کسی عوامی مسئلے کو سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے یا کوئی ایسا معاملہ ہے جس کو فوری توجہ کے لئے House کے سامنے پیش کرنا ضروری ہوتا ہے تو یہ حق ملنا چاہیے ۔ لیکن اس کو regulate کرنا ضروری ہے اور اگر ہم دوسرے ممالک کے ایوانوں کو دیکھیں ؛ ہندوستان کو دیکھیں یا انگلستان کو دیکھیں تو یہ سب کچھ regulatory ہوتا ہے یعنی adjournment motions کا بھی وقت مقرر ہے ' ہر ایک چیز کا ایک تعین ہے تو ہمیں بھی اب اس جانب سوچنا چاہیے ۔

جناب چیئرمین، اس سے تو کوئی اختلاف نہیں۔ ابھی آج کیا چاہتے ہیں آپ کے باقی یہ جو points of order ہیں ان کو لیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، ابھی یہ point of order چلے۔

جناب چیئرمین، چھ سات ہیں 'پھر آپ کا ہی وقت اس میں لگے گا۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، کوئی بات نہیں ۔ جناب ! میں صرف ایک سیکنڈ لوں گا ۔ میں بھنڈر صاحب کی اور وسیم صاحب کی بات کی سو فیصد تائید کرتا ہوں اور ہم پہلے بھی آپ سے request کر چکے ہیں اور ایک بار پھر آپ سے التجا کروں گا کہ اگر آپ مہربانی کر کے سیکریٹریٹ کو directions دیں کہ وہ unnecessarily kill نہ کرے ' جتنی adjournment motions ہماری اکثر جاتی ہیں وہ ایک ہفتے یا دس دن کے بعد ہمیں واپس آ جاتی ہیں کہ جی under rule so and so and that rule is totally irrelevant, وہ rule اس پر apply بھی نہیں ہوتا ' میں نے دو تین دفعہ یہاں پر on the floor بھی لا کر آپ کو دکھایا ہے ' آپ کے چیمبر

بھی دکھایا ہے کہ وہ rule apply نہیں ہوتا، سیکشن آفیسر کو نیچے ہدایت ہوتی ہے اور وہ وہاں پر kill کردیتا ہے اور وہ House میں نہیں آتے۔ بھنڈر صاحب کی بات بالکل صحیح ہے کہ ان کو House میں آنے دیں، House میں admissibility پر بات ہو اور وہ motion اگر نہیں بنتی تو وہاں پر kill ہو جائے، point بھی make ہوجاتا ہے اور procedure بھی follow ہو جاتا ہے۔ دوسری بات آپ کے ساتھ-----

(اس موقع پر صحافیوں نے پریس گیلری سے walk out کیا)

جناب چیئرمین: طارق عظیم صاحب! آپ ذرا دیکھیں۔

II) RE: WALK OUT OF JOURNALISTS FROM THE PRESS GALLERIES.

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! کل پنڈی پریس کلب کے elections ہوئے ہیں اور وہاں پر حکومت کی جانب سے غالباً جو magistrate ہے، اس نے one sided action دوسری side کو سنے بغیر لیا ہے اور حکومت پنجاب کی ہدایت کے اوپر پریس کلب کو seal کر دیا ہے۔ ایک طرف تو ہم آزادی صحافت کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف one sided action اگر court کا ہو تو وہ ایک الگ مسئلہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کو اس میں party نہیں بننا چاہیے تھا۔ جناب! ہم اس مسئلے کی controversy میں جائے بغیر overall آزادی صحافت کی بات کر رہے ہیں کہ اگر ان کے آپس کے کوئی differences ہیں تو وہ اپنے differences خود آپس میں solve کر سکتے ہیں بجائے اس کے کہ حکومت party بنے اور فریق بن کر اس میں کچھ کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے session میں بھی اور اس session میں بھی call attention notices دیئے ہوئے ہیں اور وہ call attention notices Orders of the Day کے اوپر نہیں لگ رہے تو مہربانی کر کے ذرا Secretariat کو یہ ہدایت کریں۔

جناب چیئرمین: آج آپ نے کیا کرنا ہے اور continue کرنا ہے یا what is the sense of the House.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، جناب چیئرمین! میں صرف ایک جملہ یہ کہوں گا کہ پچھلی مرتبہ بھی ہم نے آپ کو متوجہ کیا تھا، اب کی بار میں آپ سے کہتا ہوں کہ کم از کم دس adjournment motions ہیں نے اس زمانے میں بھیجی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی نہ تو reject ہوئی ہے اور نہ یہاں آئی ہے۔ Call attention notices کا بھی یہ معاملہ ہے تو میں بھنڈر صاحب کی بات سے اتفاق کرتا ہوں، وسیم بھائی نے جو بات کی ہے، وہ صحیح ہے۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ پارلیمانی روایات کا پورا پورا احترام ہو لیکن اس کا راستہ یہی ہے کہ آپ تھوڑا سا اس نظام کو reorganize کریں اور ہم بھی تعاون کے لئے تیار ہیں اور انشاء اللہ جو بھی اہم issues ہیں اگر دو گھنٹے پہلے بھی ہو گا تو تب بھی ہم آپ کو adjournment motion دیں گے لیکن اسے یہاں آنا چاہیے اور وہی راستہ اختیار کیجیئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ point of order کے اوپر کسی غیر معمولی واقعہ کی طرف متوجہ کرنے کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے۔ ہم یہ آج نہیں کر رہے ہیں، کم از کم اس ایوان کے اندر پچھلے چودہ سال سے، جس میں شریک رہا ہوں، یہ رہا ہے۔ ٹھیک ہے، اس کو abuse نہیں ہونا چاہیے لیکن وہ دروازہ بند نہ کیجیئے لیکن ساتھ یہ ہے کہ adjournment motion, call attention notice کو ٹھیک طریقے سے آنے کا موقع دیں گے تو انشاء اللہ زیادہ بہتر House چل سکے گا۔

جناب چیئرمین: جیسے آپ نے خود کہا ہے کہ point of order ایک مخصوص مقصد کے لئے ہے تو اسی کو برقرار رکھا جائے۔ یہاں پر ہم جو ہر چیز کو call attention notice سے لے کر بھی آتے ہیں تو پھر اس طرح House ہی کا time جاتا ہے اور ممبروں کی بات بھی صحیح ہے۔ اب آپ لوگوں کا time اس میں جائے گا، چھ، سات ہاتھ اٹھ رہے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں تو پھر کتنوں کو accommodate کیا جائے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ points of order رہنے دیں، House کے ایجنڈے پر آگے چلتے ہیں۔ نہیں تو پھر آپ کتنے اور allow کرنا چاہتے ہیں، میرے پاس تقریباً سات، آٹھ اور ہیں۔ پھر میں نئے ہاتھ accept نہیں کروں گا، میں نے جو سات آٹھ نام note کئے ہیں، ان کے سوا مہربانی کر کے اور ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اچھا ثناء اللہ بلوچ۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جو non-controversial motions ہیں، وہ allow کر دیں، وہ ہم کر لیں پھر اس کے بعد ہم points of order کر لیں۔

جناب چیئرمین: ذرا ایک منٹ بیٹھ جائیں، اس کے بعد کر لیں، consensus ہے اس کے بعد۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: پہلے points of order کر لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: سب agree کر رہے ہیں کہ motion کر لینے دیں پھر آپ کو موقع دیں گے۔ آپ کو اس کے بعد point of order پر موقع مل جائے گا۔ جی۔

MOTION RE: CONDONATION OF DELAY IN THE PRESENTATION OF REPORT OF THE SPECIAL COMMITTEE.

Dr. Abdul Hafeez Sheikh (Federal Minister for Privatization Commission): Mr. Chairman, I move under sub-rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, that the time for presentation of the report of the Special Committee constituted by House on 22nd September, 2003, on a resolution moved by Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder, to suggest ways and means to meet the challenges of WTO coming into force in 2005 be extended till 31st January, 2005. Thank you.

Mr. Chairman: It has been moved under sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, that the time for presentation of the report of the Special Committee constituted by House on 22nd September, 2003, on a resolution moved by Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder, to suggest ways and means to

meet the challenges of WTO coming into force in 2005 be extended till 31st January, 2005. Safdar Abbasi.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! میں motion کی yes or no میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف کمیٹی کو اتنا بتا دوں کہ یکم جنوری ۲۰۰۵ء سے WTO لاگو ہو جائے گا۔ آپ کی رپورٹ ہی اگر ۳۱ جنوری ۲۰۰۵ء کو آئے گی تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ دو سال پہلے یہ کمیٹی بنی تھی۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں، دو سال پہلے نہیں ستمبر ۲۰۰۳ء میں کمیٹی بنی تھی۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: نومبر ۲۰۰۲ء میں سپیشل کمیٹی بنی تھی۔

جناب چیئرمین: نہیں، ستمبر ۲۰۰۳ء میں کمیٹی بنی تھی۔ ۲۰۰۲ء میں تو سینیٹ تھا ہی نہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: ہاں جی ٹھیک ہے۔ صرف اطلاع کے لئے یہ ہے کہ WTO پہلی جنوری ۲۰۰۵ء سے لاگو ہو جائے گا۔ تو آپ یہ رپورٹ۔۔۔

جناب چیئرمین: لیکن اس میں strategy ہے۔ ٹھیک ہے اس میں ایک مہینے کا فرق پڑے گا لیکن اس سے آگے بھی effect ہو گا۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! میں صرف آپ اور ممبران کی توجہ کے لئے عرض کرنا چاہتا تھا باقی وہ motion آ گیا ہے تو let it.

جناب چیئرمین: اس میں کافی پیچیدہ معاملہ ہے۔ تو ان کا اس میں جو اثر ہو گا وہ آگے کے لئے بھی ہو گا۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! ہمارے بھائی نے یہ بات کہی ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کمیٹی نے بہت کام کیا ہے اور study کی ہے، research کروائی ہے، رپورٹ تیار ہو رہی ہے۔ یہ بات ان کی صحیح ہے کہ پہلی جنوری سے شروع ہے، یہ ہمیں بھی پتا ہے لیکن اس کی implications کہاں تک جائیں گی۔ تو جو وقت مانگا ہے وہ اس لئے تا کہ رپورٹ جامع تیار ہو سکے۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب! میں پروفیسر صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کروں کہ اس میں ہم نے چھ Ministries کو سنا ہے، سات experts کو سنا ہے ------

(مداخلت)

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جی بالکل صحیح ہے۔ جناب والا! بالکل، I stand corrected and thanks to Mr. Kamil Ali Agha for teaching me that. جناب! گزارش یہ ہے کہ میں عباسی صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں وقت لگا ہے اور اس میں جناب والا! وقت لگنا تھا۔ اور یہ کوئی اتنا آسان مسئلہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہماری اس کمیٹی کے ریکارڈ کو دیکھیں تو بڑا ریکارڈ بنا ہوا ہے۔ جتنی concerned Ministries ہیں Ministry for Commerce, Ministry for Industries, Ministry for Agriculture اور دیگر منسٹریز کو بھی ہم نے سنا ہے۔ اس کے بعد سات experts آئے ہیں، جناب! ان کو ہم نے سنا ہے ان سے papers لئے ہیں۔ تمام organizations and associations کو سنا ہے۔ ان سے papers لئے ہیں۔ اور پھر ہم یہ چاہتے ہیں کہ سینیٹ کی جانب سے ایک ایسی رپورٹ مرتب ہو اور آپ کو جو رپورٹ پیش کی جائے وہ ایسی رپورٹ ہو جو کہ حکومت کے لئے بھی اور ہماری آئندہ آنے والی پالیسی کے متعلق بھی guide lines دے سکے۔ اس لئے جناب! اس میں ممبر صاحبان جو ہیں انہوں نے بڑی دلچسپی لی اور محنت کی ہے۔ اب یہ رپورٹ تیاری کی سٹیج میں ہے اور انشاء اللہ خیال تو یہ تھا کہ ۳۱ دسمبر کو مشق کریں جیسے چاہتے ہیں لیکن اس کو compile ہوتے ہوئے شاید اگلا سال آ جائے لیکن آپ worry نہ کریں، WTO کا معاملہ یہ نہیں ہے کہ پہلی جنوری کو کوئی ٹیکس لگ جانا ہے یا کچھ اور ہو جانا ہے۔ یہ ایک continuing process ہے، اس میں ہم رپورٹ پیش کر دیں گے۔

(The motion was carried)

جناب چیئرمین: کون اب move کرے گا؟

MOTION RE: AMENDMENTS IN THE RULES OF PRECEDURE OF THE SENATE.

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر، جی جناب! میں دوسری motion move کرنا چاہتا ہوں Rules of Procedure کے لئے۔

I hereby move that the provisions of the Rule 27(2)(a) be suspended under Rule 236 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988 and Item No. 41 to 48 appearing in today's Orders of the Day be taken up immediately, after Item No. 2. If the leave is granted, the proposed amendments be referred to the Committee on Rules of Procedure and Privileges to report within two months.

(The motion was carried)

(قہقہے)

Mr. Chairman: I think, whether the House now grants leave?

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، چلیئے، اگر پریس والے آگئے تو پھر ٹھیک ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر پریس سے بات چیت ہوگئی ہے اور واپس آرہے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین، نہیں، طارق عظیم صاحب گئے تھے۔ ہمیں خوشی ہے کہ واپس آگئے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، ورنہ میرا خیال یہ تھا کہ کم از کم freedom of press کے اعتبار سے ہم کسی internal list کے بارے میں کوئی بات نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بات کہ پریس کلب کو تالا لگایا جائے اور پھر provincial government intervene کرے، حقیقت یہ ہے کہ یہ چیز قابل قبول نہیں ہے اور اس پر ہم احتجاج بھی کرنا چاہتے ہیں اور پریس سے اپنی یکجہتی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ حضرات کا معاملہ طے ہو گیا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ہم press کی آزادی کے قائل ہیں اور جتنی آزادی media & press کو اس دور میں میسر آئی ہے پوری دنیا اس کی شاہد ہے اور اس کو appreciate کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے House کے decorum کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ آج جو روایت House کے اندر ڈالی گئی ہے میں سمجھتا ہوں اس کو کسی طور پر بھی appreciate نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ جو نیا طریقہ کار آج بنایا گیا ہے کہ Press Gallery سے Chair کو مخاطب کیا جائے یہ appreciable نہیں ہے۔ اگر press کی کوئی grievance ہے، ہمیشہ اس ایوان کے اندر سے کسی ممبر نے اس کو اٹھایا ہے اور پھر Chair کی طرف سے appreciate کیا گیا ہے اور اس کا notice لیا گیا ہے۔ اس روایت کو قائم رہنا چاہیے۔ یہاں جو مندوبین بیٹھے ہوئے ہیں کل ان میں سے اگر کوئی اٹھ کر Chair کو مخاطب کرنا شروع کر دے گا تو یہ بھی کوئی اچھا طریقہ کار نہیں ہوگا۔ یہ پارلیمانی روایات کی خلاف ورزی ہے اور یہ طریقہ کار adopt نہیں ہونا چاہیے اور اس کو آگے نہیں چلایا جانا چاہیے۔ ہم press کا احترام کرتے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے اور ان کے وہ تمام معاملات جو ان کے اپنے ہیں اور اپنی rift ہے، ان کے اپنے اندر کوئی کھچاؤ ہے یا تنازعات ہیں تو ہم اس میں فریق بھی نہیں بن سکتے۔ ہمارے نوٹس میں لایا گیا، ہم نے کل کوشش کی، محترمہ پری گل آغا صاحبہ نے فوری طور پر راجہ بشارت صاحب سے رابطہ کیا، ان کا grievance دور کرنے کی کوشش کی، ہم نے نوٹس لیا۔ اس کے بعد میں نے راجہ صاحب سے بات کی، پھر میں نے Secretary information سے بات کی اور انہوں نے جو کچھ کہا میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب قطعی طور پر اس میں فریق نہیں ہے، جو بھی act ہوا ہے وہ کسی individual کی طرف سے ہے اور ہم کوشش کریں گے کہ جو تنازعات ہیں ان میں فریق بنے بغیر، ان کو ختم کیا جائے اور press کے ساتھ جو ہمارا بہتر سے بہتر تعاون ہے اس کو جاری رکھنے کی کوشش کریں لیکن جو روایت آج اس ایوان کے اندر ڈالی گئی ہے ہم اس کو condemn کرتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس روایت کو آگے قطعی طور نہ چلایا جائے اور اس طریقہ کار کو appreciate نہ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ہم نے کسی کے کہنے پر نہیں کیا، ویسے ہمیشہ جب press walk out کرتا ہے تو ان کو follow کرتے ہیں۔ باقی آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ direct مخاطب نہیں ہونا چاہیے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب والا! آغا صاحب سے نہایت احترام کے ساتھ کہوں گا کہ شاید تھوڑی سی misunderstanding ہوئی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ Press Gallery سے Chair کو direct address نہیں کیا گیا۔ ان کی آپس کی بات تھی جب وہ walk out کر رہے تھے تو ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے۔ میں نے آپ کو point out کیا اور بتایا کہ کل یہ صورتحال ہوئی اور اس کے بعد پھر آپ نے direct کیا اور پھر طارق صاحب گئے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی directly بات نہیں ہوئی۔ ویسے آغا صاحب کی بات بالکل درست ہے کہ rules کے تحت gallery سے کوئی بات نہیں ہوسکتی اور rules کے تحت یہ بھی آپ ذرا مہربانی سے آئندہ خیال رکھ لیں کہ اکثر وزراء آتے جاتے galleries کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں تو یہ بھی rules کی خلاف ورزی ہے۔

Mr. Chairman: We must abide by the rules and procedure.

آغا صاحب کا point valid ہے۔

The House has granted leave and all the amendments at item No. 41 to 48 appearing in today's Orders of the Day stand referred to the Committee on Rules of Procedure and Privileges to report within two months.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I made a request to the honourable Leader of the House. I have made this request to the Secretary General of the Muslim League. I made this request to the Deputy Chairman and I have brought it to your notice as well. The Standing Committee on Rules and Privileges was constituted after nearly a year and a half's delay. Then we had no Chairman. Then finally, we got a

Chairman . And are since the Chairman has been inducted there has only been one meeting Mr. Chairman, that has been held of this most important committee and that meeting also ended in a fiasco with the Opposition walking out of that meeting. The honourable Senator Kamil Ali Agha was in that meeting . He has also brought it to the notice of every one concerned . So , kindly give a direction because if you don't give a direction, the Chairman is not going to call a meeting.

Mr. Chairman: I will coordinate, rest assured. Yes, Professor Sahib.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! اس سلسلے میں ایک گزارش میں بھی کرنا چاہ رہا ہوں۔ یہ در اصل ایک بڑا ہی بنیادی کام ہے۔ آپ کو علم ہو گا کہ پاکستان کی تاریخ میں 1947 سے لے کر 1988 تک Rules of Business دونوں ایوانوں میں وہی چل رہے تھے جو قبل تقسیم بنائے گئے تھے۔ سینیٹ نے پہلی مرتبہ initiative لیا اور بڑی محنت کر کے 1988 میں نئے rules مرتب کیے۔ یہ کام اسی framework کو سامنے رکھ کر کچھ اور تدبیروں کے ساتھ کیا۔ یہ بڑی healthy development ہے ۔ اب اس کو تقریباً آٹھ سال ہونے والے ہیں اور آپ نے دیکھا کہ اس سلسلے میں کتنی amendments House میں آئی ہیں تو میں گزارش کروں گا کہ کمیٹی یہی کام کرے گی لیکن چونکہ یہ کام بہت important ہے، پورے rules review کرنے کی ضرورت ہے تو آپ چیئرمین کو یہ ہدایت بھی دیں کہ اس سلسلے میں وہ Leader of the House اور Opposition کے مشورے سے co-opt کر لے لوگوں کو تاکہ ہم ایک ہی دفعہ تمام rules کو review کر لیں اور کمیٹی کوئی exhaustive چیز لے آئے تاکہ بار بار amendment کی بجائے ہم ایک ہی مرتبہ تمام rules کو سامنے رکھ کر review کریں۔

جناب چیئرمین: چیئرمین صاحب سے coordinate کریں گے۔ انشاء اللہ there will be activities to your satisfaction. رضا صاحب! we will do that. یہ ہو جائے گا۔

رضا صاحب ! میں ایک leave of application پڑھ دوں then I will come to the remaining points of order.

سینیٹر وسیم سجاد : جناب طارق عظیم صاحب میرا خیال ہے Press والوں سے بات کر کے آئے ہیں تو may be he would like to say something.

جناب چیئرمین : جی طارق صاحب۔

سینیٹر طارق عظیم خان : جی میں press کے بھائیوں سے بات کر کے آیا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ وہ واپس press gallery میں چلے گئے ہیں۔ معاملہ ایسا ہے کہ matter is subjudice, election Sunday کو ہونے تھے۔ اس کے خلاف میرا خیال ہے ان میں سے کسی نے درخواست دی تھی because of that وہاں پر stay order ملا تھا۔ تو میرے خیال میں وہ دوبارہ stay order vacate بھی کیا گیا I don't want to go into legal details لیکن fact of the matter is کہ ایک FIR کاٹی گئی ہے جو 18 یا اس سے زیادہ صحافیوں کے خلاف کاٹی گئی ہے تو اس کو میں investigate کر رہا ہوں۔ میں نے اس کا وعدہ کیا ہے کہ میں پرویز الٰہی اور راجہ بشارت دونوں سے بات کر کے I will report back to them and secondly we are not the party to it. ان کے آپس میں کچھ اختلافات ہیں جو election کے وقت سامنے آئے ہیں تو انشاء اللہ in the next one hour I will investigate it and report back to the House and I also report back to the Press gallery.

سینیٹر آغا پری گل : جناب چیئرمین ! میں بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ جب ہم یہاں سینیٹ سے باہر گئے تھے تو کچھ پریس والے بھائی مجھے ملے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ یہ یہ ہمارا مسئلہ ہے اور Government of the Punjab نے ہمارے Press Club کو تالا لگایا ہے۔ میں نے بھی اپنے بھائیوں سے یہی کہا کہ راجہ بشارت جو میرے میاں ہیں وہ اس طرح نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کا کوئی آپس میں clash ہے تو آپ خود حل کریں۔ میں نے آغا صاحب کو بھی بلایا اور اسی وقت میں نے اپنے کاغذ وغیرہ نیچے رکھے اور ٹیلیفون ملایا اور ان کی بات کرائی۔ راجہ بشارت نے مجھے یہی کہا کہ اسے تو پتا بھی نہیں ہے کہ Press Club کو تالا لگا ہوا ہے یا کیا

ہوا ہے لیکن حکومت کی طرف سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ میرے خیال میں پریس والوں کے election ہو رہے تھے، پتا نہیں کون جیتا، کون ہارا، یہ مجھے نہیں پتا۔ بہرحال راجہ بشارت صاحب نے خود ان کو کہا ہے کہ ٹھیک ہے کہ میں کل پنڈی آؤں گا اور میں بیٹھ کر یہ سارا مسئلہ حل کروں گا۔ یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! ٹھیک ہے، آپس کی لڑائی، آپس کے clash elections میں ہوتے رہتے ہیں، مخالفت ہوتی رہتی ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن یہاں اس طرح شور کرنا اور بولنا اچھی بات نہیں ہے۔ جب بشارت صاحب نے خود ان کو کہا کہ میں پنڈی آ کے تمام مسئلے مسائل دیکھوں گا اور گورنمنٹ اس میں involve بھی نہیں ہے۔ جناب! انہوں نے آپس میں stay وغیرہ لیا اور کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا، بشارت صاحب آئیں گے مگر اس طرح پریس کا بولنا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ یہ اپنے کام کو خود زیادہ خراب کر رہے ہیں۔ یہ تمام بھائی ہمارے اپنے ہیں، دونوں پارٹیاں ہماری اپنی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کا مسئلہ ہو گا۔ آج پھر میں دوبارہ بات کروں گی اور وہ کل آ رہے ہیں، وہ ان کا مسئلہ حل کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، آپ، طارق صاحب اور آغا صاحب اس پر آپس میں coordinate کر لیں۔ میں ذرا Leave Applications پڑھ دوں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: محترمہ عابدہ سیف ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اکتوبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، محترمہ نگہت مرزا ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اکتوبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین، جناب نثار اے میمن ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اکتوبر کو

اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We will take the remaining points of order and request the members to please be to the point and brief. Mr. Sanaullah Baloch.

POINTS OF ORDER

I) RE: SCARCITY OF CIVIC IMMUNITIES IN BALOCHISTAN.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! مجھ سے پہلے جس طرح میرے محترم دوستوں نے کہا، نقطہ اعتراض پر یا points of order پر وہی معاملات اٹھائے جاتے ہیں جو فوری عوامی نوعیت کے ہوں بلکہ اس وقت جو معاملہ ملک میں چل رہا ہے وہ نہ صرف عوامی نوعیت کا ہے بلکہ ملکی نوعیت کا ہے اور اس سے براہ راست پورے پاکستان کے عوام یکساں طور پر متاثر ہو رہے ہیں۔ لوگوں میں ایک ذہنی confusion پائی جاتی ہے، ایک ہیجانی سی کیفیت ہے۔ معاشرہ افراتفری کا شکار ہے۔ آپ کسی بھی جگہ پر بیٹھیں، لوگ اسی بحث و مباحثے میں ہیں کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی، بڑھتی ہوئی غربت، بیروزگاری، بدحالی اور معاشی تباہ حالی کے باوجود ہماری پارلیمنٹ اور ہمارے مقتدرہ اور ہمارے حکمران ایسی غیر ضروری ترامیم اور قوانین بنانے میں مصروف عمل ہیں جس سے انسانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے اور ہم نے یہی بات کئی دفعہ دہرائی ہے جناب والا! کہ ہم سب اس ایوان میں جب آتے ہیں تو ہم سب کی رائے یہی ہوتی ہے کہ پارلیمنٹ پاکستان کی ترقی، پاکستان کی خوشحالی، پاکستان کی بقاء اور سلامتی، یہاں کے عوام کے جو بھی عمومی اور خصوصی مسائل ہیں ان پر سنجیدہ اور سیر حاصل بحث کرے۔ قائد ایوان صاحب اب چلے گئے ہیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے جناب! کہ ہمیشہ پارلیمنٹ کے ماتھے پر یہ کلنک کا ٹیکہ لگانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پارلیمنٹ اور سیاسی عناصر نے فوج کو فوجی جنتا کو یا military rule کو validate کیا ہے اور اس کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ ابھی ہماری محترمہ نے وہاں سے ایک بات کی کہ جی یہ سیاسی لوگ ہی ہیں جو اس کے لیے راستہ بناتے ہیں۔

جناب! خدارا سیاسی جماعتوں کو، سیاسی کارکنوں کو اس کا الزام نہ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ سیاست کے اس کاروبار میں بہت سے غیر سیاسی لوگ بھی آکر شامل ہوگئے ہوں، جو سیاست کی a, b, c, d, سے یا الف، ب، سے یا اس کے بنیادی رموز سے آگاہی نہیں رکھتے لیکن اب بھی وقت ہے جناب! آج تک اس پارلیمنٹ میں کوئی سنجیدہ بحث نہیں لائی گئی۔ اس پارلیمنٹ میں پاکستان کے خارجی معاملات کو زیر بحث لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کو، پاکستان اور بھارت کے بڑھتے ہوئے تعلقات کس نہج تک پہنچ پائیں گے، کشمیر کا معاملہ ہے اور اس کے علاوہ پاکستان کی عالمی دنیا میں جو ساکھ ہے، جو عزت ہے، جو حیثیت ہے، اس کی جو position ہے، اس پر جناب والا! ہمارے یہاں پر حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والے، حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والے دوستوں نے کبھی بھی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا کہ چند ایک ایسی بھی legislations, ایسی motions ایسی resolutions لے آئیں کہ جن سے Opposition سمیت حکومتی جماعتوں کو بھی کم از کم کھل کر پاکستان کے خارجی تعلقات پر بحث کرنے کا موقع ملے۔

اسی طرح جناب والا! ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، آج آپ اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں، کراچی میں 600 mega watt بجلی کی shortage ہے، لوگ بجلی سے محروم ہیں۔ بلوچستان میں 75% لوگ ابھی تک ناواقف ہیں کہ بلب، تاریں اور کھمبے ہوتے کیا ہیں۔ 21 ویں صدی میں جس پاکستان کو آپ نے nuclear state بنایا وہاں لوگ چیتھڑوں میں رہتے ہیں۔ جناب والا! ننگے پاؤں زندگی گزار رہے ہیں اور کڑی دھوپ میں پھرتے ہیں۔ سردیوں میں جناب والا! ان کے رہنے کے لیے چھت تک میسر نہیں ہے لیکن کیا National Security کو صرف military perspective میں ہی دیکھا جانا چاہیے یا یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے 15 کروڑ انسانوں کی بقاء، خوشحالی، سلامتی، ان کی ترقی پر بھی یہاں پر بات ہونی چاہیے تھی۔ ہمیں بار بار افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جناب! کہ آج صرف کراچی جیسے شہر کو جو پاکستان کی industrial شہ رگ ہے، اس کی economical شہ رگ ہے، آج چھ کمپنیوں کو، IPPs جو آنا چاہتے تھے کہ وہاں پر ہم power projects لگائیں گے، حکومت نے reject کر دیا کہ جی پاکستان میں gas وافر مقدار میں دستیاب نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے۔ میں نے کئی دفعہ یہ بات

کہی ہے جناب! اور میں بار بار دہرانا چاہوں گا' جب ہم political stability کی بات کرتے ہیں' جب ہم autonomy کی بات کرتے ہیں، جب ہم حقوق کی منصفانہ تقسیم کی بات کرتے ہیں' جب ہم اختیارات کے ارتکاز کی بات کرتے ہیں تو اس کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اگر آپ اختیارات کو ایک جگہ جمع کر کے رکھیں گے تو جناب والا! صرف اسلام آباد میں بجلیاں صبح و شام چمکتی دمکتی رہیں گی لیکن باقی پاکستان اندھیروں میں گھرا رہے گا۔ باقی پاکستان محرومی کا شکار رہے گا اور باقی پاکستان اسی طرح غربت کا شکار رہے گا۔

سٹیٹ بنک کی رپورٹ ہے' میرے دوست فرما رہے ہیں کہ سٹیٹ بنک کی کل کی رپورٹ آپ دیکھ لیں اور جو پرسوں کی رپورٹ اخبارات میں چھپی ہے۔ جناب والا! افراط زر کس حد تک پہنچ چکا ہے۔ پاکستان کے پیسے کی قیمت دنیا میں کہاں پر پہنچ گئی ہے۔ اسی طرح ہماری ساکھ تیزی سے گر رہی ہے اور یہ جو کل legislation ہم نے کی ہے' ہم اس لیے بھی Point of Order پر بول رہے ہیں کہ انتہائی ناگزیر نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم کلنک کا ٹیکہ سیاسی اداروں پر' political institutions پر' پارلیمنٹ پر یا سیاستدانوں کے ماتھے پر لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جناب والا! ایس ایم ظفر صاحب نے بڑی خوبصورتی سے کہا تھا کہ leadership کا جو vision ہے وہ اس کے offices میں نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، آپ بات دھرا رہے ہیں۔ باقی بھی business بہت ہے۔ یہ Point of Order ہے اس لیے اس کو مختصر رکھیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! اس کو تو بٹھائیں' اس کے کرتوتوں سے تو پورا پاکستان آگاہ ہے۔

Mr. Chairman: Please no personal comment. There should be no direct comments.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، ٹھیک ہے لیکن اس کو تو کم از کم بٹھائیں۔

جناب چیئرمین، نہیں دیکھیں آپ وہی دھرا رہے ہیں جو کل ہو چکا ہے' باقی

بھی رہتا ہے۔ میں نے جیسے کہا ہے کہ چند نام جو میں نے نوٹ کیے ہیں تو ان کو business Point of Order پر allow کریں گے' اس لیے آپ مختصر کریں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! آخر میں wind up کرتے ہوئے میں ایک دفعہ پھر یہی گزارش اپنے اس طرف بیٹھے ہوئے دوستوں سے بھی کروں گا' حکمران جماعت کے دوستوں سے بھی یہی درخواست کروں گا کہ جس طرح بھنڈر صاحب نے کہا کہ ہم ایک precedent ایک نئی روایت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اس پارلیمنٹ میں اتنی بری روایات قائم کی ہیں' ہم نے کئی ایسے برے قوانین اور کالے قوانین اس پارلیمنٹ سے پاس کرائے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں ہمیں قبروں سے بھی نکال کر شاید معاف کرنے پر تیار نہ ہوں۔ تو یہ Point of Order کی جو روایت ہم نے بنائی ہے یہ تو بہت چھوٹی اور قابل معافی روایات میں سے ایک ہے۔ لہٰذا خدارا! اب بھی ہوش کے ناخن لیں۔ اب بھی اس ایوان کے تقدس کو مدنظر رکھیں اور جو business ہمارا پڑا ہوا ہے' ہماری Adjournment Motions ہیں' ہمارے Call Attention Notices ہیں' جناب! یہ ایوان تعداد میں تو کم ہے' ہم گزشتہ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ ہمارے Call Attention Notices ایک ہفتے کے اندر آجاتے تھے۔ گزشتہ دو سال سے بلوچستان میں زمینوں پر جس طرح سے قبضہ گیری جاری ہے اس کے خلاف ہمارا Call Attention Notice یہاں پر ابھی تک نہیں آیا۔ گوادر میں لوٹ کھسوٹ کی ایک سوسائٹی بنی ہوئی ہے۔ ابھی تک گوادر کا master plan نہیں بنا لیکن گوادر میں غیر ضروری طور پر ہاؤسنگ سوسائٹیاں اخبارات میں announce ہو رہی ہیں۔ یہاں تو شاید کوئی policies ہوں گی لیکن وہاں پر کوئی policy نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، آپ یہ ساری تفصیل دے دیجئے گا۔ یہ بعد میں بیٹھ کے کر لیں گے۔ یہ کمیٹی کو جا رہی ہیں' وہ اسے دیکھ لے گی۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب! جان بوجھ کے ہمارے Point of Order کو اس دن ٹی وی پر نشر ہونے سے روکا گیا۔ اب مجھے پتا نہیں ہے کہ اخبارات میں روکنے کی سرکار کوشش کرتی ہے کہ نہیں کرتی ہے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ پریس تو آزاد ہے لیکن خدا جانتا ہے کہ مجھے

پاکستان میں آزادی کہیں پر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ ایوان صدر میں ہمارا صدر بنک میں بیٹھا ہوا ہے اور غریب مشکلات میں رہ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھئے۔ آپ کو موقع مل گیا۔ فوزیہ فخر الزماں صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان، میں موقع کی تلاش میں تھی۔ مجھے ایک گھمبیر مسئلہ پر بات کرنی ہے۔ 21 ستمبر کو جب یہاں ہنگامہ ہوا تو میں مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے پاس ایک ہوٹل میں تھی۔ وہاں سے جب میں جا رہی تھی، میں ذرا وقت سے پہلے نکل جاتی تھی کیونکہ میں نے قرآن شریف ختم کرنا ہوتا تھا مسجد نبوی میں۔ خواتین مجھ سے گپ شپ لگا رہی تھیں۔ میں نے کہا مجھے جلدی ہے، تو وہ کہنے لگیں کہ کیوں کیا بات ہے؟ میں نے کہا دیکھئے خدا کا شکر ہے عبادت میں لطف آ رہا ہے لیکن میں sessions miss کر رہی ہوں آج کل۔ یہ کہہ کر میں چلی گئی۔ وہاں بیٹھی تو تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو یہ سارا ہجوم وہاں آیا اور دور سے ہی مجھے اشارے کرنے لگا کہ you have missed nothing. میں بھی شاید Assembly dissolve ہو گئی ہے۔ تو وہ کہنے لگیں کہ وہاں اتنی بری طرح ہنگامہ ہوا ہے اپوزیشن اور Government benches میں کہ وسیم سجاد صاحب نے بیچ میں آ کے انہیں روکا ہے۔ میں نے کہا please مجھے پڑھنے دیں، disturb نہ کریں۔ کہتی ہیں ہاں ہاں پڑھیں، قرآن شریف ختم کر کے اپنے سیاستدانوں کے لیے دعا کرو کہ خدا ان کو سیدھا راستہ دکھائے۔ وہاں وہ مسجد میں بیٹھ کے ہم لوگوں پر لعنتیں بھیجتی رہیں۔ جب میں ختم کر کے آئی تو ہوٹل میں teen ager لڑکے میرے پیچھے لگ گئے۔ آنٹی please ایک منٹ لابی میں بیٹھ جائیں۔ ہم آپ کو news سناتے ہیں۔ میں اس channel کا نام تو نہیں لے رہی لیکن پاکستانی channel دیکھنے کو وہ لوگ بہت ترستے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں تو آگے ہاتھا پائی ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ ہمارے لئے بہت شرم کا باعث ہے۔ میرے لئے اس House کے دونوں طرف' right and left sides کے معزز ممبران قابل احترام ہیں۔ اس لئے دونوں اطراف کے معزز اراکین سے کہتی ہوں کہ مہربانی فرما کر برداشت کر لیا کریں تاکہ باہر کے ملکوں میں ہماری بے عزتی نہ ہو۔ شکریہ۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: ہدایت اللہ شاہ صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: اور نام نہیں لئے جائیں گے، جو نام آ چکے ہیں انہیں ہی موقع دیا جائے گا۔

سینیٹر ہدایت اللہ شاہ: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ کل جو Bill یہاں پاس ہوا ہے، میں اس کی تفصیل میں تو نہیں جانا چاہتا کیونکہ یہ تاریخ کا ایک سیاہ ترین دن تھا اور ملک کے وقار کو جو دھچکا لگا ہے، اس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔ میں صرف ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بھنڈر صاحب نے ابھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ Points of Order غیر دستوری ہیں ۔ جناب والا! ہمارے سوال نہیں آتے ہیں، اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں ایک سوال تقریباً ایک سال سے دے رہا ہوں جو کہ اردو زبان کے متعلق ہے اور یہ سوال آج تک یہاں نہیں آیا ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! سوال آتے ہیں۔ اس کا باقاعدہ جواب آپ کو printed form میں ملا ہوگا۔ تاہم اگر آپ چاہتے ہیں کہ rules کو amend کیا جائے اور یہ question continue کریں تو اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔

II) RE: PROMOTION OF ARABIC LANGUAGE IN THE COUNTRY.

سینیٹر ہدایت اللہ شاہ، جناب والا! میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور اس وقت جس اہم مسئلہ پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور خصوصاً TV عربی زبان کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ صرف دس منٹ کے لئے عربی خبریں ہوتی تھیں اور وہ بھی رات کے گیارہ، بارہ بجے کے قریب ہوتی تھیں، اب انہیں بھی بند کر دیا گیا ہے ۔ جناب والا! یہ عربی زبان جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں عربی ہوں، میری زبان عربی ہے، جنت کی زبان عربی ہوگی، اس وقت ہمارا

اقتصادی نظام بھی عربی ممالک کے ساتھ وابستہ ہے اور بے شمار ہمارے مزدور اور کارکن کام کر رہے ہیں لیکن پاکستان کی حکومت عربی زبان کو ترویج دینے یا اسے فروغ دینے میں بالکل fail ہو چکی ہے تو میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دس منٹ کی خبریں عربی زبان میں ہوتی تھیں' وہ بھی بند کر دی گئی ہیں۔ اگرچہ TV سارا دن اور رات ڈراموں' گانوں اور بے حیائی اور عریانی پھیلانے میں پیش پیش ہے لیکن عربی زبان کو دس منٹ دینا بھی گوارا نہ کیا۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے اور ایوان بالا کی وساطت سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ عربی زبان ہماری مادری زبان ہے اور اس کے ساتھ ہمارا عقیدہ اور ہماری عقیدت وابستہ ہے۔ لہذا عربی زبان کو پاکستان میں TV اور مدارس میں لازمی قرار دیا جائے تاکہ مستقبل میں آنے والی اولاد عربی زبان کو سیکھ سکے اور پڑھ سکے اور قرآن کریم' احادیث کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: ثناء اللہ بلوچ صاحب یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہیں اور وہ میرے چھوٹے بھائی ہیں اور میں اس کی بہت respect کرتی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی بڑی جذباتی تقریر میں کہا تھا کہ یہاں کچھ لوگ مسائل point out کرتے ہیں جو سیاست کی ABC سے بھی واقف نہیں ہیں' ان کا اشارہ خواتین کی طرف تھا جنہوں نے چند منٹ پہلے کہا تھا کہ فوج کو بھی ہم لوگ بلاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت ہی بری بات ہے۔ میری ثناء اللہ صاحب سے request ہے کہ آپ جس سکول میں پڑھتے ہیں' جس مدرسے میں پڑھتے ہیں' ہم وہاں استاد ہیں۔ ایسی بات کہنے سے پہلے آپ کو سوچنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ کل عروس البلاد' کراچی کے گلستان جوہر میں' day light میں helicopters کا ایک fleet اتارا گیا ہے۔ اس سے اتارے گئے۔ Commandos, paramilitary troops اس سے ایک خوف و ہراس کا ماحول پیدا کیا گیا barricades لگائے گئے۔ لوگوں کی communication کا پورا system jam کیا گیا اور ساتھ ہی افواہ پھیلائی گئی کہ یہاں ایک operation ہونے والا ہے۔ کیا کراچی

کو پہلے کم زخم دیئے جا چکے ہیں اور یہ کمی رہ گئی تھی؟ اس حرکت سے کل کراچی Stock Exchange میں اربوں روپے کا down fall ہوا ہے۔ اربوں روپے اس قوم کے ڈوب گئے ہیں، کراچی سے پہلے بھی ایک planned منصوبے سے انڈسٹریز نکالی گئیں۔ Investors کو وہاں سے بھگایا گیا۔ یہ لوگ investors سے بھتے لیتے رہے ہیں اور کراچی کو تباہ و برباد کیا گیا ہے۔ اب حکومتی سرپرستی میں یہ جو ہوا ہے پوری دنیا کے میڈیا پر دکھایا گیا کہ کراچی میں آپریشن شروع ہونے والا ہے۔ شہروں میں اس طرح ہیلی کاپٹر اتارے جاتے ہیں۔ پوری دنیا میں شاید ایسی مثال نہیں ہے ماسوائے بغداد یا ایک آدھ ایسی جگہ کے، تو اس کا نوٹس لیا جائے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ سندھ کی صوبائی حکومت سے اس ایوان کے توسط سے پوچھا جائے کہ یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے۔ باقی حکومتوں میں تو کوئی زور سے بھی بولتا ہے تو یہ طعنے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی تمہاری حکومتوں کا کام کرتے ہیں۔ میری اس ایوان کے توسط سے گزارش ہے کہ سندھ کی اس نااہل حکومت کو فوری طور پر ختم کیا جائے اور وہاں پر نئے سرے سے کوئی بندوبست کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مسٹر عباس کمیلی۔

III) RE: LAW AND ORDER SITUATION IN BALOCHISTAN.

سینیٹر محمد عباس کمیلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں ایک اہم مسئلے کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق امن و امان سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ۲۱ رمضان یوم شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد آمد ہے اور اس موقع پر کوئٹہ میں حکومت بلوچستان نے پھر ایک مسئلہ کھڑا کیا ہے کہ جلوس کے route کو جبری طور پر تبدیل کر دیا جس سے بڑا اشتعال پایا جاتا ہے اور جس سے حالات خراب ہو سکتے ہیں۔ یہ کسی انتظامیہ کو حق نہیں پہنچتا کہ جلوس کا جو قدیمی route ہے اسے تبدیل کرے اس وجہ سے بڑی تشویش ہے۔ Kindly اس کا notice لیا جائے اور جو سابقہ route تھا اس کو بحال رکھا جائے۔

دوسرے ہمارے ایک دوست مولانا مقصود ڈومکی صاحب ہیں۔ ان کو بلوچستان سے ضلع بدر کر دیا

ہے وہ وہیں کے رہنے والے ہیں۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک شخص جو وہاں رہتا ہے جو قوم کی نمائندگی کرتا ہے اسے ضلع بدر کر دیا جائے۔ اسی مسئلے پر میں ماضی میں points of order پر بھی بات کر چکا ہوں۔ میں یہاں call attention notice بھی دے چکا ہوں کہ بلوچستان کی حکومت اکثر یہ کارروائی کرتی رہتی ہے کہ جس کو چاہتی ہے ضلع بدر کر دیتی ہے۔یہ غیر انسانی سلوک ہے ۔ اسے روکا جائے۔ شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: باری باری' ایک ایک کر کے میں آتا ہوں۔ جو نام میرے پاس ہیں انہی پر میں رہوں گا اس سے آگے میں نہیں جاؤں گا۔ مسٹر بنگزئی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: شکریہ' جناب چیئرمین! میرا انتہائی اہمیت کا حامل ایک point of order ہے۔ 2nd April 2004 کو کچھ MMT کے appointments ہوئے تھے فیڈرل ڈائریکٹویٹ آف ایجوکیشن کی طرف سے' لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر ان کی appointment cancel کر دی گئیں۔ بعد میں ان کے appointment letters یہ کہہ کر ان سے واپس لیکر منسوخ کیے گئے کہ ان میں کچھ قانونی hitch ہے ۔ اب انہوں نے قانونی صورت حال جاننے کے لیے یہ letters وزارت قانون کو بھیجے ہیں۔میں وزارت قانون سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ کوئی سو ڈیڑھ سو اساتذہ ہیں ۔ ان کے متعلق ان سے جو بھی کوئی legal advice مانگی گئی ہے' وہ مہربانی کر کے ان کو دیکر ایوان صدر بھیج دیں تاکہ ان بیچاروں کی قسمت کا بھی فیصلہ جلد از جلد کیا جا سکے اور یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے وزیر قانون صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔ میں ان کو یہ نمبرز بھی دے دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب سے مل لیجئے گا اور بات کر لیجئے گا۔ پری گل آغا صاحب۔

سینیٹر آغا پری گل: جناب چیئرمین صاحب! جیسے میرے بزرگ کمیلی صاحب نے کہا کہ بلوچستان کی گورنمنٹ کو ہدایت کی جائے کہ وہاں پر لوگوں کو ضلع بدر کیا جا رہا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلوچستان میں شیعہ' سنی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔وہیں ہم پیدا ہوئے۔ آج تک ہم نے یہ سوچا ہی نہیں کہ کون شیعہ ' کون سنی' جلوس وغیرہ ہوتے رہے ہیں اور محرم کے دس دن ٹھیک ٹھاک طریقے سے گزرتے رہے ہیں مگر پچھلے سال آپ نے دیکھا جس روٹ پر ہمارے جلوس وغیرہ گزرتے تھے وہاں پر اتنا زیادہ ہنگامہ ہوا کہ کافی لوگ مرے اور وہ بالکل

شہر کے اندر، مارکیٹوں کے بالکل پاس ہے جہاں پر محلے بھی ہیں۔ اس لئے حکومت بلوچستان نے وہ روٹ ذرا change کر دیا تاکہ دوبارہ خدانخواستہ ایسی کوئی بات نہ ہو اور بے گناہ لوگ مارے نہ جائیں۔ آپ کو پتا ہے کہ یہ لوگ نہ شیعہ ہوتے ہیں اور نہ سنی ہوتے ہیں۔ شیعہ اور سنی کبھی بھی ایک دوسرے کو مارتے نہیں ہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ مارنے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں مگر ان کو بھی روکنے کے لئے تو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ کسی کو صوبہ بدر نہیں کیا گیا۔ پتا نہیں کمیلی صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟

سینیٹر محمد عباس کمیلی: میرے پاس ثبوت موجود ہے۔ جن کو صوبہ بدر کیا گیا ہے میں ان کے نام پیش کر سکتا ہوں۔

سینیٹر آغا پری گل: نہیں، یہ صوبے کی بات ہے تو پھر صوبے میں رہنی چاہیے، یہاں پر ہنگامے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ہر بات کو یہاں سینیٹ میں نہ لائیں۔

جناب چیئرمین: کمیلی صاحب! دیکھیں، وسیم سجاد صاحب آپ سے بات کر کے صوبائی حکومت سے معلوم کرلیں گے۔ میرا خیال ہے اس پر بات ہو گئی ہے اب دوسروں کو بھی موقع دیں۔ جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ اس سے پہلے بھی آپ کے علم میں ہو گا کہ میں نے اس House میں ایک مسئلہ اٹھایا تھا جو مکران تا دبئی ہوائی سروس کو بحال کرنے سے متعلق تھا۔ آپ نے بھی کہا ہو گا اور CAA والوں سے بات کی ہو گی۔ میں نے بھی رابطہ کیا اور منسٹری والوں سے میری میٹنگ بھی ہوئی۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ ہمارے بلوچی بڑی تعداد میں UAE میں سروس کرتے ہیں۔ وہ کراچی سے ہو کر مکران، تربت، پنجگور اور گوادر جاتے ہیں۔ اس سے ان کے دو دن ضائع ہوتے ہیں۔ اس سے بچنے کے لئے پچھلی دفعہ جب میں ممبر آف سینیٹ تھا، اس وقت ہم نے تربت تا شارجہ فوکر کا افتتاح کیا تھا تو اس سے ان لوگوں کو بہت آسانی ہوئی تھی۔ اس دفعہ دوبارہ جنگ کی وجہ سے وہ فلائٹ انہوں نے cancel کر دی کیونکہ اس میں ایک خاص آلہ جو فوکر میں fit ہوتا ہے، وہ نہیں تھا۔ اب دوبارہ ہم نے ۳، ۴ میٹنگیں PIA کے چیئرمین اور Director General CAA کے ساتھ کی ہیں۔

جناب چیئرمین، یہ میں نے take up کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ proposals بھیج دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، ہم نے proposals دی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ action نہیں لیتے۔

جناب چیئرمین، نہیں، وہ تو ظاہر ہے۔ proposals دے دیں کہ کونسی کمپنی آنا چاہتی ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، آپ کے کہنے پر ہم نے کمپنی کا نام بھی ان کو دے دیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ مجھے بھی اس کی ایک کاپی دے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جی بالکل، دوسرا point of order میرا یہ ہے کہ F.C کے معاملے میں آپ سے کئی دفعہ ہم نے ذکر کیا تھا لیکن ان کی جو اس علاقے میں زیادتیاں ہیں۔

جناب چیئرمین، کس کی زیادتیاں ہیں؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، .F.C کی زیادتیاں۔

جناب چیئرمین، کمیٹی ادھر جا رہی ہے۔ .F.C سے ملاقات ہے۔ پوری presentation ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، کمیٹی تو تین مہینے کے بعد فیصلہ کرے گی۔

جناب چیئرمین، نہیں، دو دن بعد جا رہی ہے۔ ۴ تاریخ کو وہاں میٹنگ ہے۔ اس میں F.C کی پوری presentation ہے۔ ممبر بھی ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ پرسوں دیکھ لیں۔ جو فیصلے درکار ہوں گے کمیٹی وہاں پر کرے گی۔ وہاں پر F.C کے نئے IG گئے ہیں، آپ وہاں جا کر ان سے ملاقات کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، .F.C والے ذرا نرمی کریں تاکہ لوگوں کو

تکلیف نہ ہو۔

جناب چیئرمین: آپ کو time دے دوں گا۔ آپ نئے IG سے جا کر مل لیں۔ جب آپ جانا چاہیں، جب بھی آپ نے جانا ہو تو آپ بتا دیں وہ آپ کو time دے دیں گے، کمیٹی بھی یہ take up کرے گی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: مہیم خان صاحب! مختصر رکھیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس دفعہ ہم UNGAK کی میٹنگ میں گئے تھے۔ General Rules میں یہی ہے کہ سینیٹ اور قومی اسمبلی کے ممبران سرکاری حوالے سے ملک کے اندر یا ملک کے باہر جائیں تو یقینی طور پر ان کا سفر، ان کی رہائش اور ان کے T.A/D.A کے Category II کے حوالے سے ان کو ملتا ہے۔ ہم اس دفعہ گئے تو ہمیں سفر اور رہائش یقینی طور پر category II کے حوالے سے دی گئی لیکن ہمیں T.A. category-IV کے تحت کچھ ڈالرز پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ میرے علاوہ کشمیر کونسل کے سردار سوار صاحب، سندھ اسمبلی کے سپیکر مظفر صاحب، اکرم ذکی صاحب اور قومی اسمبلی کی ممبر دونیاں عزیز صاحبہ شامل تھیں۔ ہم تمام نے category-IV لینے سے انکار کر دیا اور اپنی مجبوریوں کے تحت ہم نے کچھ advance کے طور پر وہ لے لئے۔ میں اس ایوان کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اس کا نوٹس لیا جائے۔ یہ ظاہری بات ہے کہ Foreign Affairs کی طرف سے تحریری طور پر category-IV کا لفظ جاری ہوا ہے اور ہمارے ناموں پر خط انہوں نے بھیجے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کی توہین ہے۔ اس کا نوٹس لیا جائے۔

نمبر ۲ یہ ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کے ملازمین میں، میاں بیوی دونوں ملازم ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے اگر دونوں کی پوسٹنگ الگ ہے تو ان سے کرایہ مکان لیا جائے لیکن ہمیں بہت سے دوستوں نے کہا ہے کہ ہم میاں بیوی بعض اوقات اکٹھے رہتے ہیں اور اس وقت بھی دونوں سے کرایہ کاٹا جاتا ہے۔ میری تجویز ہے کہ جب وہ دونوں اکٹھے رہیں تو صرف ایک کی تنخواہ کاٹی

جائے دوسرے کی نہ کاٹی جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، آپ مجھے لکھ دیں تو میں concerned محکمے کو لکھ دوں گا۔ رخسانہ زبیری صاحبہ۔

سینیٹر رخسانہ زبیری، چیئرمین صاحب! ایک بہت ہی اہم معاملے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ Public limited companies جو ہیں they are not following due process of law، یہ rules and regulations completely avoid کر رہی ہیں۔ میں آپ کو اس کی ایک latest مثال دینا چاہوں گی کہ پی آئی اے نے 50 ملین ڈالر کے ایک booking system کے لئے ایک company سے بات کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک نئی middle line بن جائے گی اس کے بعد more expenses to the public اور جناب! اس کے لئے کوئی due process of law نہیں۔ پچاس ملین ڈالر کا یہ کنٹریکٹ ہے اور کوئی due process of law adopt نہیں کیا گیا۔ اسی طرح جی ایچ کیو کا جو consultant appoint ہوا ہے اس کے لئے بھی یہی حالات ہیں۔ سکھر بیراج آپ نے دیکھا کہ اس کی بھی repair کی بات انہوں نے کی ہے۔ اس کے لئے کوئی tender نہیں۔ جنرل مشرف صاحب پانچ سال سے سربراہ مملکت ہیں لیکن یہ justify نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس حال میں ہیں، کیوں اس حال میں پہنچ گیا۔ پانچ سال میں کیا ہو رہا تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ corridors of power کے قریب جو لوگ ہیں وہ legal agreement sign کر رہے ہیں کہ ہم نہ اپنی manpower لگائیں گے نہ اپنی investment لگائیں گے لیکن ہم آپ کے پچیس فیصد حصہ کے حقدار ہوں گے۔ Sir, I can present it before this House کہ جس میں mostly FWO and so many other organisations وہ sign کر رہی ہیں

and these people are signing agreement between different companies and they are just getting, which is not allowed in law because this is neither commission nor profit. You cannot get profit for nothing or just for introducing the business. This is the Government business. So, this

matter may kindly be taken up.

جناب چیئرمین ! اس بڑھیا کے لئے I am very thankful to you, nothing has happened her. ابھی تک کچھ نہیں ہوا ہے۔ جہاں آپ نے follow کیا تھا اس دن آپ ایک ڈیڑھ بجے تک فون کرتے رہے but nothing has happened so far.

جناب چیئرمین: نہیں، انہوں نے contact کیا تھا جو ان کی demand ہے------

سینیٹر رخسانہ زبیری : جناب ایک بچے کو نوکری دی گئی ہے------

جناب چیئرمین: نہیں، اس وقت accept نہ کرتے، جب کر لیا ہے تو پھر۔

سینیٹر رخسانہ زبیری، جناب! ایک جاہل بوڑھی عورت اس کو جو ملا اس نے اچھا سمجھ کر منظور کر لیا۔

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ اس میں کچھ اور لوگ بھی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال I am following the matter. جناب بخاری صاحب۔

سینیٹر سید سجاد حسین بخاری : شکریہ جناب چیئرمین ۔ آخری اجلاس میں بھی میں نے ایک اہم مسئلے کی طرف وزیر داخلہ کی توجہ دلوائی تھی لیکن ابھی تک اس پر کچھ عمل نہیں ہوا ۔ اب میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ اسلام آباد کے جی ایٹ مرکز میں residential area میں بہت سارے گاڑیوں کے ورکشاپ بنے ہوئے ہیں اور بہت سی unattended گاڑیاں رات دن وہاں پر کھڑی رہتی ہیں جو کہ بہت سیکورٹی رسک ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک شخص کے لئے یا چند اشخاص کے لئے تو سیکورٹی کے اتنے زیادہ انتظامات ہیں لیکن جو عوام ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ پلیز آپ سی ڈی اے کو ہدایت کریں کہ وہاں پر جو unattended گاڑیاں ہیں وہ وہاں سے ہٹائیں۔ خدانخواستہ کسی وقت کوئی mishap ہو سکتا ہے اور بعد میں پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم اس چیز کی اجازت نہیں دیں گے۔ پلیز جو بات آپ کو پہلے point out کی جا رہی ہے اس پر آپ تھوڑی توجہ کریں۔ خدانخواستہ کوئی اگر برا واقعہ پیش آ گیا تو بعد میں ہاتھ ملنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

جناب چیئرمین: بی بی یاسمین۔

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ ابھی کاکٹر صاحب نے جو بات کی ہے جو کل کراچی میں movement ہوئی ہے اس کو mock exercise کہا جاتا ہے۔ یہ آرمی اس وقت کرتی ہے جب کسی طرح کی کوئی ایمرجنسی ہو یا وہ سمجھتی ہو کہ کوئی اس طرح کی dangerous personality کو کراچی سے نکالا جائے تو اس وجہ سے exercise تھی ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ کاکٹر صاحب کو کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ ویسے بھی میرے بھائی اگر کوئی تھوڑا سا بھی پوائنٹ دیکھ لیتے ہیں تو اس کو criticise کرنے کا ان کو موقع چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سندھ کی گورنمنٹ بالکل ٹھیک جا رہی ہے۔ روز روز حکومتیں بدلی نہیں جاتیں۔ حکومت تبدیل کر دیں، میں ان کی بات سے اتفاق نہیں کرتی۔

جناب چیئرمین: جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! جیسے ابتداء میں یہ بات کہی گئی تھی کہ متحدہ اپوزیشن کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنا احتجاج جاری رکھے گی چاہے وہ پارلیمان کے اندر ہو چاہے وہ پارلیمان کے باہر ہو' لہذا اس "کالے شا کالے" قانون کے خلاف جو کل پاس کیا گیا' جو civil authority کے اوپر ایک قدغن لگاتا ہے' اس کے خلاف اور سترھویں آئینی ترمیم کے خلاف متحدہ اپوزیشن آج کی کارروائی سے واک آوٹ کرتی ہے۔

(اس موقع پر اپوزیشن ایوان سے باہر چلی گئی)

جناب چیئرمین: وسیم صاحب! یہ walk out from the full proceeding or jsut a token walk out.

سینیٹر وسیم سجاد: وہ کہتے ہیں کہ جی total walk out ہے ' slow walk out ہے آرام آرام سے۔

Mr. Chairman: We will take up item 3 which stands in the name of Mrs. Gulshan Saeed. Please move the motion.

MOTION UNDER RULE 194

RE: OVERALL PERFORMANCE OF POLICE DEPARTMENT.

Senator Gulshan Saeed: I move that the House may discuss the overall performance of Police department.

Mr. Chairman: Would you like to speak first.

سینیٹر گلشن سعید، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس بہت ہی اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب! امن عامہ کا مسئلہ ہر ملک کے لئے بہت ہی اہم ہوتا ہے اور ملک اور معاشرے میں پولیس کا محکمہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ پولیس اگر اپنے فرائض کی صحیح طریقے سے بجا آوری میں ناکام رہتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ عام شہری سے لے کر ہر خاص و عام اس سے متاثر ہوتا ہے۔

جناب والا! پولیس اگر ایمانداری سے کام کرے تو ملک سے برائیوں اور جرائم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، جناب چیئرمین ! میں کورم کی نشاندہی کرنا چاہوں گا۔ کورم اس وقت پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، کورم کی گنتی کی جا رہی ہے، continue کرنے دیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب ! کورم کی نشاندہی کی ہے۔ کورم کے بغیر نہیں چل سکتا۔ میں کورم کی نشاندہی کرکے واپس جا رہا ہوں۔

سینیٹر گلشن سعید، میری اپوزیشن سے درخواست ہے کہ پولیس کے معاملے میں بہت ہی اہم بات ہونے جا رہی ہے اگر وہ واپس آجائیں تو میں ان کی شکر گزار ہوں گی۔

Senator Ch. Muhammad Anwar Bhinder: He is not competent to point out the quorum and go away.

جناب چیئرمین، ذرا count کریں۔ پچیس لوگ ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، اب بھی پورا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، آپ کو بھی شامل کرکے۔

جناب چیئرمین، آپ کو بھی شامل کرکے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ، نہیں جی، میں تو جا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین، نثار میمن بھی آ گئے ہیں۔اب پچیس ہو گئے ہیں۔ گلشن سعید صاحبہ continue please.

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! ہمارے ملک میں پولیس کی کارکردگی ماضی میں بھی بہت اچھی اور قابل فخر نہیں رہی ہے اور آج کل تو اس قدر حالات خراب ہیں کہ ہمیں اس کا بہت سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ تھانہ کلچر اس حد تک مضبوط ہے کہ معاشرے کے بااثر افراد پولیس کو بہت زیادہ استعمال کر رہے ہیں۔ بے گناہ کو گنہگار اور گنہگار کو بے گناہ ثابت کرنا پولیس کی سب سے بڑی کارکردگی ہے۔ رشوت نے پولیس کی کارکردگی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ پولیس اہلکار جائیدادیں اور دولت بنانے کے چکر میں ہیں۔جو غریب لوگ پولیس کی خدمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے انہیں انصاف بھی نہیں ملتا۔ عدالتیں جو فیصلے کرتی ہیں، وہاں جو کیس پہنچتے ہیں وہ بھی پولیس ہی نے تیار کئے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ رشوت، سفارش اور اثر و رسوخ کے زیر اثر ایسے ایسے گل کھلاتی ہے جو انصاف کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہیں۔ جناب والا! پولیس کا نظام ہمارے ہاں ایسا ہو گیا ہے کہ جو جرم کنٹرول کرنے کی بجائے اس کو پھیلانے میں مدد دے رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک ماہ پہلے کراچی، سیالکوٹ، لاہور اور ملتان میں جتنی بھی دہشت گردی ہوئی، یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ پولیس نے وہاں پر کسی قسم کی کوئی کارکردگی نہیں دکھائی، نہ وہاں، جہاں وہ جمع تھے، ایک ایک ہزار نمازی لوگ نماز پڑھ رہے تھے، وہاں سینکڑوں لوگوں کی جانوں کا ضیاع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کیونکہ ان کی duty مساجد میں لگی ہوئی ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے آئیں تو ان کو check کیا جائے کہ کوئی دہشت گرد تو بیچ میں نہیں ہے مگر انہوں نے کوئی بھی ایسا کام نہیں کیا، جس سے لوگوں کی جان بچتی اور اب بھی یہ حادثے ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! امن عامہ قائم کرنے والے اداروں پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے اور ملک میں دہشت گردی اور مجرمانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لئے ایسے اقدامات ہم کرنے والے

ہیں جو آنے والے دنوں میں ملک میں امن قائم کریں۔ عورتوں کے ساتھ پولیس کا سلوک، میں نے پہلے بھی point out کیا تھا کہ ایک video دو دفعہ دکھائی گئی، وہ بہت برا تھا۔ اچھے اچھے لوگوں کو پولیس کھینچ کے، گھسیٹ کر کسی نہ کسی اثر کے تحت لے جاتی ہے اور ان کی مار پٹائی کرتی ہے، جسمانی تشدد پہنچاتی ہے۔ پولیس کی کارکردگی ابھی تک انتہائی ناقص ہے، باوجود یہ کہ یہاں پر House میں آئے دن اس کو point out کیا جاتا ہے کہ ڈاکے، چوریاں ۔ آج صبح بھی اخبار میں 17 لاکھ روپے gun point پر لوٹے گئے ہیں جو کہ سرکاری رقم تھی اور ایک آدمی Bank سے لے کر جا رہا تھا، کل صبح ہوا ہے اور آج صبح اخبار میں آیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کل بھی ایک جگہ ، ہمارے Minister کے بھائی کے گھر میں بھی ڈاکہ پڑا ہے۔ پرسوں عمران خان صاحب کے ساتھ ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چور، اچکے اور ڈاکو جو ہیں، ملک میں چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں اور لوگوں کو لوٹ رہے ہیں، مگر پولیس ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ گاڑیاں چوری ہونا اور جناب والا! لاہور میں اب لوگوں کے اغواء اور اس پر تاوان حاصل کرنے کی بات بھی عام ہو گئی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کی کارروائیوں سے ہمارے ملک کی اقتصادی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ جن investors کو ہم اپنے ملک میں بلاتے ہیں، وہ ہمارے یہاں پر دھماکے یا جو کچھ ہوتا ہے، اس کو دیکھ کر میرا نہیں خیال کہ وہ اس ملک میں رہیں گے۔ ابھی ابھی جو ہوٹل میں دھماکہ ہوا ہے، وہ بھی ابھی تک clear نہیں ہوا کہ وہ bomb تھا یا بجلی سے ہوا ہے۔ بہرحال اس میں سات لوگ بری طرح زخمی ہوئے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ پولیس کے لئے ایک special committee وزارت داخلہ میں بنوائی جائے جس میں سارے لوگ جو members ہیں، وہ تجاویز دیں اور اس پر ہم سختی سے کاربند رہیں ۔ میں سمجھتی ہوں کہ اب یہ صورت حال اتنی خطرناک حد تک آگے بڑھ چکی ہے کہ ہم Upper House کے لوگوں کو اس کا notice ضرور لینا چاہیے اور ہمیں پورے طریقے سے پولیس کو control کرنے میں Government کی مدد کرنی چاہیے ۔ اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ پولیس کے Department میں جو problems ہیں، اگر تنخواہ کی کمی ہے یا ان کی نفری کی کمی ہے یا ان کے ہتھیاروں کی کمی ہے یا ان کو جو سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں، چوروں، ڈاکوؤں کو پکڑنے کے لئے، اس میں کمی ہے تو ہم اس پر بھی غور کریں۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: جی بھنڈر صاحب۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب چیئرمین! اس motion میں جو چیز زیر بحث لائی گئی ہے، وہ ہمارے ملک میں موجودہ پولیس اور اس کا role ہے اور Rule-194 کے تحت ہم یہ discussion کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس ہمارے نظم ونسق میں اور ہمارے ملک کو چلانے میں ایک اہم role ادا کرتی ہے اور اس پر جہاں تک نظم ونسق کا، امن عامہ کا تعلق ہے اس میں یہی ذمہ دار ہے کہ امن عامہ کو قائم رکھے اور امن عامہ میں جس قدر بھی تندہی سے کام کر سکے، وہ کرے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس سے عوام اور کوئی طبقہ بھی مطمئن نہیں ہے اور ہر ایک آدمی جب law and order کی situation دیکھتا ہے جس کے لئے یہ ذمہ دار ہیں تو یہ پولیس کو مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اس کا ایک background ہے، ہم نے یہ دیکھا ہے کہ پولیس کا نہ وہ role رہا ہے، نہ وہ integrity رہی ہے، نہ وہ ان کی جانفشانی رہی ہے جس سے وہ کام کیا کرتے تھے نہ وہ honesty کا معیار رہا ہے جس سے پہلے پولیس افسران یا پولیس ملک میں یا کسی صوبے میں نظم ونسق کو سنبھالتی تھی اور اس کی وجوہات کئی ہو سکتی ہیں اور اس کی وجوہات میں بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ پولیس مین جو ہیں وہ اتنے زیادہ well paid نہیں ہیں۔ جناب! یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ values degenerate ہو گئی ہیں۔ وہ values اور standard اور وہ پولیس مین نہیں رہا جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔ میں یہ عرض کروں ایک بہت پرانی بات ہے۔ یہ میں اپنے ضلع کی بات کر رہا ہوں اور یہ partition سے پہلے کی بات ہے۔ ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس آیا تھا۔ اس وقت وہ یہ کہتا تھا کہ میں ضلع گوجرانوالہ کا چوکیدار ہوں۔ حکومت نے مجھے چوکیدار مقرر کیا ہے اور اس نے کہا تھا کہ اگر کسی کی چوری ہو، کسی کے ساتھ کوئی بھی جرم ہو تو وہ directly میرے پاس آئے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں جناب چیئرمین! کہ ہمارے ضلع میں جرائم بند ہو گئے تھے۔ صرف ایک آدمی کے آنے سے جرائم بند ہو گئے تھے۔ اور اس ایس۔ پی جو انگریز تھا اور میکنٹن اس کا نام تھا آج تک ہمارے ضلع کے لوگوں میں اس کو یاد کیا جاتا ہے۔

جناب! ہمیشہ نظام آدمیوں کے ذریعہ standard کے سر پر' اقدار کے سر پر چلتے ہیں۔ اگر وہ اقدار' نظام اور standard قائم نہیں رکھتے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی قانون یا نظام صحیح طور پر چل سکتا ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہوگا اور وہ standards پیدا کرنا ہوں گے۔ ہم نے وہ آدمی پیدا کرنا ہوں گے جو کہ اس نظام کو صحیح طور پر چلا سکیں۔ اس وقت کیا صورتحال ہے؟ جب شروع میں کوئی جرم ہوتا ہے تو پہلے case کی registration کا معاملہ آتا ہے تو case کی registration میں لوگوں کو بہت تکالیف ہیں۔ Case کی registration کے لئے جاؤ' اول تو تھانے میں جانے کا کسی کا جی ہی نہیں چاہتا کہ میں جاکر وہاں رپورٹ کروں۔ وہاں اگر رپورٹ کرنے جاتا ہے تو کیس رجسٹر نہیں ہوتا۔ بدقسمتی سے جناب والا! اگر کسی کے ڈاکے کا مقدمہ ہو تو وہ پرچہ لینا ہی پسند نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ہماری کارکردگی متاثر ہوگی۔ ہمارے ریکارڈ میں آئے گا کہ ہمارے ہاں ڈاکہ ہوگیا ہے۔ وہ ایک رپورٹ یا ایک چوری کا پرچہ لکھ دیتے ہیں اور وہ ڈاکے کا پرچہ نہیں لیتے تاکہ ان کی کارکردگی متاثر نہ ہو۔ لوگوں کو case کی registration میں بہت سی دقتیں ہوتی ہیں' سفارشیں کروانی پڑتی ہیں' registration of case جب ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد اس کی تفتیش کا مسئلہ آتا ہے۔ تفتیش کے مسئلے میں جو کچھ ہوتا ہے جیسے محترمہ فرما رہی تھیں کہ رشوت عام ہے۔ تفتیش اور اس کے دوران ایک طرف سے وہ کیس رجسٹر کرتے ہیں کہ جتنے چاہو آدمی بے گناہ لکھوا لو۔ پھر بے گناہوں سے وہ وصولی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کو بے گناہ لکھ دیں گے۔ یہ چکر تفتیش میں چلتا ہے۔ پھر تفتیش میں بہت سی دفعات تبدیل ہوتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بطور ایک وکیل کے پانچ پانچ' چھ چھ دفعہ تفتیشیں تبدیل ہوئی ہیں۔ پولیس آرڈر میں اب یہ ترمیم لائی گئی ہے کہ دو دفعہ تفتیش تبدیل ہو سکتی ہے۔ لیکن جناب! ہر ایک تفتیش میں یہ finding آتی ہے۔ اس finding کی عدالت میں کوئی وقعت نہیں اور نہ اسے دیکھا جاتا ہے لیکن پھر بھی جناب! لاکھوں روپے مستغیث یا مدعی کے لگ جاتے ہیں ان تفتیشوں میں۔ آدمیوں کو گواہان کو لے جانے میں' investigating officer کو approach کرنے میں اور وہ تفتیش بالآخر پانچ پانچ' چھ' چھ سال چلتی ہے۔ ایک مقدمہ تھا جس میں چھ سال تفتیش چلی۔ آپ اندازہ فرمائیے ایک تو مدعی کے ساتھ جرم ہوا' اس کو اگر چھ سال تفتیش نبھانی پڑے تو اس کے لئے کتنی مشکل اور مصیبت کا

باعث ہوگا ۔ اتنی اتنی لمبی تفتیشیں، قانون یہ کہتا ہے کہ چودہ دن کے اندر اس کا چالان پیش کرو ۔ لیکن پولیس کی قانون پر عمل داری نہیں ہے ۔ قانون کی provisions کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اور چھ، چھ، آٹھ، آٹھ مہینے، دو، دو سال تفتیشیں چلتی ہیں اور تفتیشوں سے نہ صرف قانون متاثر ہوتا ہے بلکہ مدعی کے لیے باعث زحمت ہوتا ہے ۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ آبادی زیادہ ہے، جرم بھی زیادہ ہے لیکن جناب! اگر اس کو قانون کے دائرے میں رکھ کر چودہ دن کے اندر تفتیش کو مکمل کیا جائے، قانون تو چودہ دن دیتا ہے لیکن یہاں دو دو سال لگتے ہیں اور دو دو سال بھی عوام اور مدعیوں کے لیے اور مظلوم کے لیے بھی میں سمجھتا ہوں کہ بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اور جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ رشوت اور پولیس یہ ایسے دو عوامل ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ بیک وقت کام کرتے ہیں ۔ عام آدمی میں تاثر یہ ہے کہ رشوت کے بغیر پولیس میں کام نہیں ہو سکتا۔ الا ماشا اللہ۔ اس میں honest officers ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ honest officers نہیں ہیں، اور وہ جو honest officers ہیں وہ اتنے over worked ہوتے ہیں کہ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ میری تفتیش اس کے پاس لگائی جائے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ بہت سے لوگ اس رشوت سے پاک ہوں اور تفتیشیں honestly, intelligently and diligently ہوں ۔

جناب والا! میں یہ تجویز عرض کرنا چاہتا ہوں کہ registration کا معاملہ gazetted officer کے پاس ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ ایک آدمی تھانے جائے اور جا کر registration کرائے اور دس آدمی اس میں لکھوا لے اور دس میں سے نو بے گناہ ہوں اور ایک گنہگار ہو۔ Registration, gazetted officer کرے اور چالان مقررہ مدت کے اندر پیش ہو جانے چاہییں۔ تیسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شرفاء کی عزت ہونی چاہیے۔ اب تھانے میں کوئی شریف آدمی جانے کو تیار نہیں ہے، اب لوگ کہتے ہیں کہ وہاں کون جائے جو وہاں جا کر ان سے negotiate کرے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ شرفاء کو associate بھی کرنا چاہیے اور ان کی عزت بھی کرنی چاہیے۔

جناب والا! تفتیش کی نگرانی magistrate کے تحت ہو۔ اگر آپ تفتیش کی نگرانی magistrate کے ماتحت نہیں کریں گے تو تفتیش اسی طرح من مانی کارروائی کے ساتھ چلے گی

اور اسی طرح پولیس کو اپنی من مانی کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جناب والا! بہت سی کارگزاری فرضی ہوتی ہے اور trials, delay ہوجاتے ہیں ، گواہان کی تعمیل نہیں کرائی جاتی ، گواہان بر وقت حاضر نہیں ہوتے، یہ بھی پولیس کا تساہل ہے اس سے بھی مقدمات بہت زیادہ لمبے ہو جاتے ہیں ۔

جناب والا! اس کے علاوہ Protocol duty میں پولیس بہت عرصہ سے جاتی ہے ۔ اس کا کام تو امن و امان قائم رکھنا ہے لیکن protocol duties میں مصروف ہوتی ہے ۔ protocol duty کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ پولیس کا ایک الگ عملہ ہو جو یہ duty انجام دے ۔ باقی میں سمجھتا ہوں کہ investigation and general duty الگ ہوئی ہیں لیکن protocol duty کے لیے بھی independent انتظام ہونا چاہیے اور پولیس کو remodel کرنے کے لیے اور جدید خطوط پر چلانے کے لیے اور اس میں سے corruption and nepotism دور کرنے کے لیے ، بے شک اس سے پہلے بہت سے commission بیٹھے ہیں، انہوں نے report کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے ایک بڑی فعال اور مضبوط کمیٹی ہونی چاہیے جس میں bureaucrats ہوں، اس ایوان کے نمائندے بھی ہوں، ایک کمیشن ضرور بٹھایا جائے تاکہ موجودہ حالات کے مطابق اس سارے نظام کو درست اور موثر کرنے کے لیے اور عوام کے مفاد میں کرنے کے لیے وہ کمیشن آج 2004 میں لوگوں کی تکالیف دیکھتے ہوئے ، اپنی رپورٹ پیش کرے اور اس کے مطابق اس نظام کو موثر طور پر چلایا جائے ۔

Police Order 2002 آ چکا ہے ' 2002 میں آیا ہے لیکن ابھی تک اس کا خاطرخواہ اثر نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے اور اگر یہ کمیشن بٹھایا جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ زیادہ مؤثر اور فعال تجاویز پیش کر سکے گا۔ Thank you very much sir.

جناب چیئرمین: Thank you. مسز تنویر خالد۔

سینیٹر مسز تنویر خالد، جناب چیئرمین! ابھی مجھ سے پہلے پولیس کی کارکردگی اور اس کی خرابیوں کے متعلق میرے معزز ساتھیوں نے کافی تفصیل سے بتایا ہے، خاص طور پر اس

point پر کہ protocol کی ذمہ داریوں سے جو دشواریاں ہمارے شہریوں کو ہو جاتی ہیں اور پولیس اس میں engage ہو جاتی ہے' اس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ کراچی میں جو کرکٹ میچ ہوا اس دوران چونکہ VIP شخصیت کراچی میں موجود تھی اور اس کو شاید وہاں سے گزرنا تھا' تو ساری شاہراہ فیصل بند کر دی گئی تھی which is a very important route to the Stadium تو ہزاروں لوگ دیکھنے والے' چھوٹے بڑے' ہر عمر کے لوگ تقریباً دو گھنٹے تک پھنسے رہے اور اس دوران میں اب یہ جو ہوا' میں یہ بھی نہیں کہتی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ملک کے حالات ایسے ہو گئے کہ ایک VIP کے جانے کے لیے' گزرنے کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ' دو گھنٹے تک اور پولیس کوئی دس دس قدم کے اوپر وہاں پر لگی ہوئی تھی تو اس طرح سے پولیس کی duty بھی وہاں پر لگ جاتی ہے۔ شہر کا' ملک کا scene بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا لیکن جو ہو رہا ہے کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے کہ protocol کے لئے پولیس لگائی گئی تھی' جس کا ہمیں بڑا صدمہ اور افسوس ہے کہ اپنے ہی ملک میں' اپنے ہی شہر میں اور سارے ملک کے اندر ایسی وارداتیں ہونے لگی ہیں جو کہ ہونی نہیں چاہییں۔ پھر مسجدوں کا بھی ذکر آیا کہ مسجدوں کے باہر بھی پولیس والوں کی duty لگ گئی ہے' مسجدوں کے اندر بھی جا کر دیکھنے کے لیے پولیس ہے' یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ شاید باہر لگی ہے کہ ہر نمازی کو وہ check کریں گے۔ اس کا بھی سو فیصد مجھے علم نہیں ہے کہ وہ کتنا check کریں گے کہ ہر نمازی کے کپڑے ٹٹولیں گے یا کیا۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ آج ہمارے عوام کی یہ نوبت ہے' لوگوں کی' افراد کی کہ وہ مسجد میں جانے کے لیے بھی ایک خطرہ بن گئے ہیں اور دوسرے معصوم شہریوں کے لیے ایک ایسا خطرہ کہ جو مسجد میں جانے کے لیے ہے ورنہ دنیا میں historically ہوتا ہے کہ جنگیں ہوتی رہیں' جو بھی بڑی بڑی جنگیں ہوتی رہیں لیکن ابھی بھی مسجدوں کو' place of worship کو عزت دی جاتی ہے کہ وہاں پر گناہ نہیں کیا جاتا ہے۔ قتل و غارت گری نہیں کی جاتی ہے لیکن نہ جانے یہ دہشت گردی کی کیسی لہر پھیل رہی ہے کہ اب مسجدوں میں بھی دہشت گردی ہونے لگی ہے جس کے لیے ان پولیس والوں کو وہاں بھی کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ یہ بڑی شرمندگی کی بات ہے کہ نمازیوں کی تلاشی لینی ہوتی ہے اور جان کی حفاظت کے لیے وہ وہاں پر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ بھی بار بار کہا گیا کہ پولیس والے گناہ گار کو بے گناہ ثابت کرنے

میں بڑے ماہر ہوتے ہیں اور اسی طرح کی حرکتیں ہوتی ہیں لیکن وہ ان حرکتوں کے مرتکب کیسے ہو گئے ہیں یا ان کو یہ encouragement کیسے ملی جو ان کی عادت بن گئی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہم ہی لوگ، ہم ہی عوام وہ حرکتیں کرتے ہیں کہ traffic laws توڑتے ہیں، traffic rules توڑتے ہیں اور جب کوئی پکڑتا ہے تو اس کی فوراً مٹھی گرما دیتے ہیں، جو جتنا مناسب سمجھتا ہے تو شاید ان کو ایک عادت پڑ گئی ہے کہ بجائے ذمہ داری سے روکنے کے یعنی as a duty وہ روکیں لیکن شاید اس میں لالچ بھی شامل ہو گیا ہے کہ بھئی روکو تو کچھ مٹھی بھی گرم ہو جائے گی حالانکہ جس کی جو بھی آمدنی ہے، انسانیت کا صحیح تصور یہی ہے کہ وہ اپنی آمدنی پر گزارہ کرے، اسی حیثیت کے ساتھ، شرافت کے ساتھ۔ ابھی kidnapping کا بھی ذکر ہوا، یہ اس طرح کا الزام ہے کہ شاید police is involved in it. یہ تو مجھے نہیں معلوم اور میرا دل بھی اس پر یقین نہیں کرتا کہ اس بات کا یقین کروں لیکن اخباروں کو پڑھ پڑھ کے اتنی بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ اکثر kidnapping کے بعد یا ان کی بازیابی کے بعد یہ باتیں سامنے آتی ہیں کہ بڑے بڑے با اثر افراد کا ان سے تعلق رہا ہے یا تعلق تھا یا چھڑانے میں، یا جاننے میں کہ وہ کہاں ہیں۔ میں اللہ سے معافی کے ساتھ کہتی ہوں کہ کیوں ایسے culture کو فروغ دیا گیا۔ اگر وہ با اثر افراد ہیں اور معزز افراد ہیں تو با اثر افراد کو تو پھر ایسے گناہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے خدا نخواستہ اور گناہوں میں رکاوٹ ڈالنی چاہیے ان کو۔ یہ نہیں کہ کسی کی سرپرستی کرنی چاہیے اگر کوئی گناہ گار ہے اور پھر جو پولیس کے کرتوت ہیں تو اس کرتوت کے initiate کرنے والے یا اس کو patronage یا اکسانا یا اس کی وجوہات فراہم کرنا یا اس کو provoke کرنا، یہ میرا خیال ہے کہ بہت سارے لوگ، ہم خود ہی base کرتے ہیں تو پولیس بھی اپنا کام ٹھیک کرے اور میری دعا ہے، خواہش ہے کہ ہمارے عوام بھی جہاں تک ہو سکے ایسی حرکتیں نہ کریں کہ اس کو منع کرنے کے لیے پولیس کی مٹھی گرماتے رہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: رزینہ عالم۔

سینیٹر رزینہ عالم خان: شکریہ جناب چیئرمین! آج جو motion پیش کی گئی ہے، میں سمجھتی ہوں ملک میں جو law and order situation ہے اس کو دیکھتے ہوئے انتہائی اہم

ہے۔ جہاں تک کمیشن قائم کرنے کی بات ہے جناب! تو پاکستان جب سے بنا ہے، آج تقریباً چھ یا اس سے زیادہ کمیشن پولیس کے لیے قائم ہو چکے ہیں۔ اگر ان کی reports پڑھی جائیں اور ان کی سفارشات کا جائزہ لیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ کوئی ایسا حل نہیں ہے جو اس میں موجود نہیں ہے۔ بات عملدرآمد کی ہے اور صحیح monitoring اور evaluation کی ہے۔

جناب والا! پولیس معاشرے کا ایک حصہ ہے اور جو برائیاں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں وہ کچھ زیادہ پولیس میں اس لیے پائی جاتی ہیں کہ ان کے پاس طاقت ہوتی ہے، اقتدار ہوتا ہے اور خصوصاً دیہی علاقوں میں جناب والا! وہ اتنے خود مختار ہوتے ہیں کہ وہ جو چاہیں، کر سکتے ہیں، یہ ان کی سوچ ہوتی ہے۔ تو اس کے لیے میری کچھ سفارشات ہیں، میں وہ باتیں نہیں دہرانا چاہوں گی جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہیں۔ میری جناب والا! کچھ سفارشات ہیں اور ان میں سب سے پہلی تو یہ ہے کہ پولیس کے officers اور policemen کی selection کا ایک criterion ہو اور اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ پولیس میں بھرتی کی سفارشات میرے خیال میں سب سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اگر ہم اس culture سے نکلیں اور پولیس کی بھرتی کے لیے جو criterion ہو اس سے کبھی compromise نہ کیا جائے تو سب سے پہلا جو قدم ہے کہ پولیس میں کس قسم کے لوگوں کو بھرتی کیا جائے وہ مکمل ہونا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی سفارش نہ سنی جائے۔

دوسری میری جو suggestion ہے وہ یہ ہے کہ ان کی تربیت کا کوئی عرصہ مقرر ہو۔ جو ابھی ہے وہ میرے خیال میں ناکافی ہے وہ کچھ زیادہ عرصے کا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ابھی 2002ء کی report میں کہا گیا ہے پولیس کی اصلاح کے لیے تقریباً billions میں رقم چاہیے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ وہ محکمہ ہے جو انتہائی اہم ہے اور اس کو economise نہ کیا جائے اور جو رقم اس کے لیے درکار ہے وہ خرچ کی جائے تاکہ ان کا معیار بہتر ہو کیونکہ کسی بھی تربیت کے لیے یا ان کی بہتری کے لیے جب تک ہم رقم نہیں خرچ کریں گے، جب تک ہم انہیں اس standard پر نہیں لائیں گے تو ان کی بہتری ممکن نہیں ہے۔

اس کے علاوہ جو ضابطہ اخلاق ان کے لیے مقرر ہے اس سے تجاوز کرنے کی ایک سزا ہو اور اس پر عملدرآمد ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ پولیس جو اپنے آپ کو سمجھتی ہے کہ وہ جو چاہے کر

ے اور جس کی چاہے عزت اچھال دے اور اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اور وہ اس سے بچ نکلے گی، یہ تصور ہے جس کی وجہ سے پولیس کے افراد زیادہ تر بدعنوانیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ تو اگر کوئی رشوت لیتے ہوئے پکڑا جائے، یہ نہیں کہ صرف جو سپاہی یا کانسٹیبل ہے وہ اگر پکڑا جائے تو اس کو سزا دی جائے بلکہ اگر کوئی officer ہے اور وہ بڑے پیمانے پر رشوت لیتا ہے اور آجکل رشوت صرف رقم کی صورت میں نہیں لی جاتی، اس کی اور بہت سی صورتیں ہیں۔ کوئی کسی کو گھر present کرتا ہے تو کوئی کسی کو plot present کرتا ہے تو ان سب چیزوں پر نظر رکھی جائے اور اس کی باقاعدہ accountability ہو۔ جناب! بغیر accountability کے کوئی بہتری ممکن نہیں ہے۔

ایک اور بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ media کا کردار پولیس کی اصلاح میں بہت اہم ہو سکتا ہے۔ اگر ہم دیکھیں تو ہمارے پڑوسی ملک میں پچھلے دس سال سے یا اس بھی زیادہ سے police officer اور police constable کے متعلق بہت سی فلمیں بنی ہیں اور بہت سے ڈرامے پیش کئے گئے ہیں اور اس میں ان کے کردار کو مثالی بھی دکھایا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے ملک میں اگر میڈیا اس پر زیادہ توجہ دے اور پولیس کی اصلاح کے لیے ایسے تفریحی ڈرامے تیار کیے جائیں جس سے interest بھی رہے اور اس سے ان کی کردار سازی بھی ہو سکے اور آخری بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ انعام اور سزا یہ دو چیزیں ہیں جس سے ہم کسی محکمے کو یا کسی انسان کو یا کسی طبقے کو صحیح راستے پر رکھ سکتے ہیں۔

پولیس کے اہلکار اگر اچھا کام کریں، ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ بھی انسان ہیں۔ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ سارا سارا دن روزے کے ساتھ وہ کھڑے رہتے ہیں۔ روزے کا وقت ہوجاتا ہے اور ان کے افطار کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا۔ میں نے بلکہ پوچھا بھی، میں جس علاقے میں رہتی ہوں وہاں پر بھی ہوتے ہیں، کہ بھئی ان کی افطاری اگر نہیں آتی ہے تو کہاں سے بھجوائی جائے ۔ ان چیزوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے کیونکہ پولیس والے بھی انسان ہیں اور وہ بھی معاشرے کا ایک اہم رکن ہیں۔

آخری بات میں یہ کہوں گی کہ ہم ان کو انعامات سے نوازیں، ان کو اچھے خطابات دیئے جائیں، جس طرح بھی ہو ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جو پولیس کے اہلکار اچھے کام کریں اس

کو سراہنا بھی ضروری ہے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ بہتر کام کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ مسز روشن خورشید بھروچہ۔

سینیٹر روشن خورشید بھروچہ، شکریہ جناب چیئرمین for giving me the floor.

Mr. Chairman, this motion is really very important. جب ہم پولیس کے حالات دیکھتے ہیں، جب آپ لوگوں کو lock up میں بند دیکھتے ہیں، جس طرح پولیس ان کے ساتھ سلوک کرتی ہے the harassment they go through, so where could these poor people go? میں بتاتی ہوں کہ ہمیں جس کو زیادہ importance دینی چاہیے CPLC, Civil Police Liaison Committee, I think جس طرح وہ سندھ میں اتنا اچھا کام کر رہی ہے I hope کہ اسی طرح دوسرے صوبوں کو بھی موقع دیا جائے۔ بلوچستان میں بھی CPLC ہے مگر حکومت کا اتنا تعاون نہیں ہے اس کے ساتھ because I feel that Government should give more importance to CPLC تاکہ وہ اپنے Civil people کے ساتھ liaison کر سکے۔ 15 کو مددگار بنایا گیا۔ شروع میں تو وہ بہت ہی excellent تھا مگر جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے تو مددگار میں بھی ویسے ہی حال پیش آ رہے ہیں۔

ہماری پولیس کی یہ problem ہوتی ہے کہ ان کی facility کو دیکھا نہیں جاتا ہے۔ آپ ان کی salary دیکھیں تو they don't have any house, house problems ہیں۔ تو definitely جب یہ problems ہوں گے تو corruption will definitely take place تو سب سے پہلے I feel what important is کہ ان کی salary بہتر کی جائے، ان کے لیے گھر ہونا چاہیے۔ They have no houses کتنے problems ہوتے ہیں۔ There are such a lot of policemen and there are very few houses allotted to the police.

Training plays also very important role. We feel کہ training کو زیادہ importance دینی چاہیے تب ہی ہم پولیس کو بہتر پائیں گے۔

بلوچستان میں I would like to say کہ since it is A area and B area. So بلوچستان میں سب سے زیادہ problem ہوتی ہے۔ جب بھی کوئی چوری ہوتی ہے یا any

آپ پولیس کے پاس جائیں تو they will say this is B area کہ جی ہم اس کی problem

FIRنہیں کاٹ سکتے ہیں۔جب levies میں جاؤ تو levies نہیں کاٹ سکتی تو کتنی harassment ہمارے لوگوں کو ہے۔ I feel کہ یہ سارے problems کو ہمیں حل کرنا چاہیے۔Thank you.

جناب چیئرمین: سی پی ایل سی کا I have the experience when I was in the Sindh government. It is upto the provincial government تو وسیم صاحب بھی جو آپ کی administration ہے can convey to them and I think locally because it is a provincial matter. Tahira Lateef Sahiba.

Senator Tahira Lateef: Thank you Mr. Chairman for giving me the floor.

لمبی چوڑی باتیں تو سب نے کر لیں، میں صرف دو suggestions دینا چاہ رہی ہوں۔ایک تو چوروں کے لیے اور جو criminal لوگ ہیں ان کے لیے، ان کے لیے یہ suggestion ہے کہ جس طرح سعودی عرب میں بڑی سخت سزائیں دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ اگر possible ہو تو یہاں پر Minister of State for Interior بیٹھے ہوئے ہیں تو اس قسم کی چیز اگر یہاں بھی ہو جائے کہ کوئی چیز پڑی دیکھے تو اس کی طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں تو بہت ہی اچھا ہو۔ یہ ایسے ہو سکتا ہے اور آہستہ آہستہ ایسے ہو جائے گا۔ اگر ایک دو کو سزا دی جائے گی تو یہ ہو جائے گا۔ میری یہی دو تین suggestions تھیں جو میں نے بتا دی ہیں۔ دوسری بات میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پولیس ملازمین کی تنخواہیں بہت کم ہیں۔ ان کی تنخواہیں increase کی جائیں تاکہ وہ رشوت نہ لیں ۔میں اکثر دیکھتی ہوں کہ شام ہونے کو ہوتی ہے اور تھوڑی رات کی سیاہی پھیلنے لگتی ہے تو پولیس والوں نے کسی نہ کسی موٹر سائیکل والے کو چوک میں کھڑا کیا ہوتا ہے اور یہ اس سے کچھ لے کر جیب میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ دل کرتا ہے کہ میں کھڑے ہو کر ان سے پوچھوں کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ بہر حال میں اکثر ایسا نہیں کرتی ۔

ایک معزز رکن: آپ ان سے پوچھ سکتی ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ being public representative ان سے پوچھ سکتی ہیں کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔

سینیٹر طاہرہ لطیف: ہاں! بعض دفعہ میں پوچھتی ہوں۔ اس وقت افطاری کا time ہو رہا ہوتا ہے۔ میں ایک اور چیز کہنا چاہتی ہوں کہ جیسے ہی اجلاس ختم ہوتا ہے تو آپ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن سب لوگ اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب تک چیئرمین صاحب اٹھ کر نہ چلے جائیں، ہمیں بھی اپنی seats پر بیٹھے رہنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

(مداخلت)

سینیٹر تنویر خالد: جناب والا! میں ایک بات عرض کرنا چاہتی ہوں کہ دنیا کے ایسے بھی ملک ہیں جو غیر مسلم ہیں اور وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا بھی نہیں دیتے لیکن میں نے بارہا دیکھا ہے کہ اگر آپ کا سامان، آپ کا بیگ، آپ کا luggage، آپ کا زیور، آپ کا اخبار کہیں رہ جاتا ہے تو جہاں یہ پڑا ہے، یہ وہیں پڑا ہوتا ہے، اسے کوئی نہیں اٹھاتا۔ خواہ یہ آپ کے گھر کے باہر پڑا ہو یا lawn میں پڑا ہو، موٹر وے پر پڑا ہو، جس جگہ بھی پڑا ہوگا، وہ وہاں ویسے کا ویسا ہی پڑا رہتا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ volume of education کو increase کریں اور اخلاقی تربیت دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنے سے لوگ یہ حرکت نہ کریں۔ انہیں بتانا چاہیے کہ آپ پرائی چیز کیوں اٹھاتے ہیں بجائے اس کے کہ لوگوں کے ہاتھ کاٹے جائیں، انہیں تربیت دی جائے کہ وہ یہ کام نہ کریں۔ اگر ہاتھ کاٹے گئے تو توبہ نعوذ باللہ، ہاتھ کٹے اس ملک میں بہت ہو جائیں گے۔

Mr. Chairman: Dr. Shehzad Wasim: Would you like to speak before the speech of Minister of Parliamentary Affairs?

ایک منٹ آپ تشریف رکھیں۔ میرا خیال ہے کہ میسم خان بلوچ بولنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر میسم خان بلوچ: جناب چیئرمین! بلاشبہ سب کی بنیادی ضرورت rule of law ہے اور rule of law سے پولیس کی وابستگی ایک اہم عنصر ہے۔ جب ہم اپنی حکومت کے

مجموعی نظام کی طرف جاتے ہیں تو سب سے زیادہ اہمیت قانون کی حکمرانی کو دیتے ہیں۔ ریاست کے اندر قانون کی حکمرانی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس لئے قانون کی حکمرانی کو ایک مستقل شکل دینے اور اس پر عمل درآمد کرانے میں ریاست کے تمام اداروں میں پولیس کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔ عوام کے بنیادی مسائل، چاہے یہ سیاسی ہوں یا معاشی social sector ' کے ہوں یا بھوک، افلاس اور مہنگائی سے متعلق ہوں، وہ ان میں سب سے زیادہ اہمیت ریاست میں اپنے جان و مال کو دیتے ہیں، اس کی حفاظت کو دیتے ہیں۔ اس لئے ریاست میں پولیس امن و امان کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انور بھنڈر صاحب نے اپنی تقریر میں عدالتی حوالے سے مشکلات بھی بیان کی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی پولیس ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔لیکن جب ہم عوام کی مشکلات کی طرف نظر ڈالتے ہیں، عوام کی جان و مال کے حوالے سے نظر ڈالتے ہیں تو بنیادی طور پر ریاست کے اندر اب تک عوام کی جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ مجموعی طور پر امن و امان کے حوالے سے نظر ڈالتے ہیں. تو یقینی طور پر چاہے ٹریفک کو لے لیں یا لوگوں کی جان و مال لے لیں یا ڈکیتی لے لیں یا قتل و غارت لے لیں یا دوسرے واقعات کی وارداتیں لے لیں، عوام محفوظ نہیں ہیں جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ ملک میں امن و امان بہتر شکل میں نہیں ہے۔ اسی طرح عوام کے ساتھ جو زیادتیاں ہوتی ہیں، جو ظلم ہوتا ہے تو وہ اپنی آواز کو پولیس کے ذریعے آگے لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یقینی طور پر جب تھانوں میں آواز جاتی ہے تو اس کو یہی جواب ملتا ہے کہ بیٹھو آپ! ایک غریب تھانے میں جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ آپ بیٹھیں اگر کوئی بااثر آدمی صرف فون کرے، اگر SHO وردی میں نہیں ہے تو وہ بھاگتا ہوا اس بااثر آدمی کے دفتر یا اس کے گھر میں جاتا ہے کہ حکم فرمائیے کیا تکلیف ہوئی ہے؟ تو اس سے ہمارے عوام میں ایک مایوسی ہے۔ قانون ہے، ملک میں قانون کی حکمرانی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ عوام کو تحفظ دینے کے لیے ہمارے ملک میں قانون کی جو ضرورت ہے اب تک اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ اگر بااثر آدمی کی بات ہو تو اس کے لیے موجود ہے۔ تو اس سلسلے میں بہت سی مشکلات ہیں۔ پولیس کے نظام میں جو خامیاں ہیں ان کو دور کرنا چاہیے۔ ان کی معاشی کمزوریاں ہیں۔ وہ معاشی کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے اس حد تک جاتا ہے۔ اپنی معاشی ضروریات کو بہتر سے بہتر بنانے کی جتنی اس کو ضرورت پڑتی ہے وہ سارا بوجھ غریب عوام پر ڈالتے ہیں اور ظاہر ہے کہ

غریب اس قسم کا بوجھ برداشت نہیں کرتے۔ امن و امان کے حوالے سے پولیس سے جو توقعات ہیں، جان و مال کے حوالے سے توقعات ہیں یا عدالتوں تک رسائی کے حوالے سے، وہ اس بوجھ کو برداشت نہیں کرتے جس کی وجہ سے عوام مایوس ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ اس کو رشوت کہا جاتا ہے لیکن میں اس کو بنیادی طور پر رشوت نہیں کہتا ہوں کیونکہ ہمارے ملک میں پولیس کی گھریلو ضروریات اس وقت تک پوری نہیں ہوئی ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ پولیس کے اندر رشوت کی روک تھام کے لیے ان کی جو معاشی کمزوریاں ہیں، جو ضروریات ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے دوسرے اداروں کے ملازمین کی نسبت پولیس کے ملازمین کو priority دی جائے تاکہ چھوٹے چھوٹے مسائل کے لیے عوام جب ان کے پاس آتے ہیں تو ان پر معاشی بوجھ نہ ڈالا جائے اور عوام کی بات سنی جائے۔ تو اس سلسلے میں، میں کہتا ہوں کہ پولیس کی ٹریننگ ہوتی ہے۔ اب تک ہوتی ہے، ہمارے پاس اچھی پولیس ہے۔ لیکن بہتر انداز میں ایک trained officer کے لئے شہری زندگی کے حوالے سے بہتر ٹریننگ ہونی چاہیے۔ اب تک ہماری پولیس کی اس طرح کی ٹریننگ نہیں ہو رہی ہے جس طرح ہونی چاہیے۔

تیسری سب سے بڑی بات یہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سیاسی دوستوں کی وجہ سے ہے کہ ہمارے اندر جب بھی کوئی حکومت آتی ہے تو ہر ممبر کوشش کرتا ہے کہ میں اپنی ترجیحات کے حوالے سے، اپنی خواہشات کے حوالے سے اپنے علاقے میں پولیس کی تعیناتی کراؤں۔ یقینی طور پر جب میں اپنی ترجیحات اور خواہشات کے حوالے سے پولیس کو اپنے کسی تھانے میں لے آتا ہوں۔ اپنی پارٹی اور اپنی حکومت کو یہ بتاؤں کہ میرے لیے مشکلات ہیں۔ میرے مزاج کا SHO مجھے دیا جائے۔ میرے مزاج کا SP دیا جائے تو ظاہری بات ہے جب میں اسے لاتا ہوں تو میرے اندر جو کمزوریاں ہوتی ہیں SHO اور SP سے اجتماعی کام لینے کی بجائے ان کی توجہ عوام کی مشکلات کی طرف کرنے اور ان کی مدد کرنے کی بجائے میں اپنی ترجیحات کے مطابق ان سے کام لیتا ہوں۔ جس کی وجہ سے مشہور ہے کہ ہماری لیویز، ہماری پولیس وہاں کے نمائندوں کے تابع ہو جاتی ہے اور وہاں کا جمعدار یا SHO وہاں کا بااثر آدمی بن جاتا ہے۔ ہم سیاسی لوگوں کو اس چیز میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ پولیس ایک اجتماعی ادارہ ہے۔ یہ عوام اور امن و امان کے مسائل سے وابستہ ہے۔ عوام کے جان و مال سے وابستہ ہے۔ لہذا ہم سیاسی

دوستوں کو یہ کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ یہ ہماری ترجیحات کے مطابق کام کریں۔ جس میں قابلیت ہو، جو واقعی تجربہ رکھتا ہو اس area کے حساب سے اس کی appointment ہونی چاہیے بہت سے مسائل ہیں جن کو دوستوں نے اپنے اپنے حوالے سے پیش کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ریاست کے اندر قانون کی حکمرانی کو بہتر بنایا جائے۔ عوام کی ترجیحات اور خواہشات کے مطابق، عوام کی مشکلات کے مطابق بنایا جائے اور پولیس کے اندر جو معاشی کمی ہے۔ ٹریننگ کے حوالے سے یا دوسرے حوالے سے جو کمی ہے اس کو دور کیا جائے تاکہ یہ ادارہ ایک عوامی ادارہ بنے اور بلا امتیاز لوگوں کی خدمت کرے۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: شیر افگن صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب چیئرمین! میں چند گزارشات ۲، ۳ حوالوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ پولیس ایک قانونی ادارہ ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں جو اس میں بنیادی تبدیلی آئی ہے میں اس کی طرف دھیان دلانا چاہتا ہوں کہ برطانیہ کے دور میں پولیس کا عملہ اور تمام آفیسرز ڈپٹی کمشنر کے ماتحت ہوتے تھے بلکہ یہاں تک کہ SHOs جو transfer کئے جاتے تھے وہ بھی Deputy Commissioner کرتا تھا۔ پولیس پر overall control Deputy Magistrate or Deputy Commissioner کا ہوتا تھا۔ جونہی پاکستان بنا اس میں تبدیلی آنی شروع ہوئی۔ یہاں بھی ایک عنصر بڑا غالب ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی ہیت کو تبدیل کیا گیا ہے اس بنیاد پر کہ یہ آرمڈ فورس ہے۔ آرمڈ فورس کی وجہ سے civilian authority سے اس کو جدا کر دیا گیا۔ اس کے اثرات اب اس لئے مضر ہو چکے ہیں کہ چند ایسے عناصر ہیں-----

------، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بڑا موثر ادارہ ہے اور اس کے پاس بے انتہا اختیارات ہیں۔ یہ جھوٹے یا سچے جو چاہیں مقدمات بنا لیتے ہیں حتیٰ کہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ان کا انتظامیہ سے جھگڑا ہو جاتا ہے تو ان کے گھر ان عناصر سے ڈاکہ ڈلوا دیتے ہیں یا اس کو manhandle کروا لیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں اس پر سوچنا پڑے گا کہ پولیس جو ایک disciplined force ہے اس میں یہ indisciplined element کیسے آیا اور وہ کونسے عناصر ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ لوگ اس میں آ گئے ہیں؟ وہ فورس جس نے جرائم پیشہ افراد کو پکڑنا

ہے، ان کی سرکوبی کرنی ہے اور پھر صحیح معنوں میں جہاں جرم ہوتا ہے اس کی بیخ کنی کرنی ہے۔ کیا وہ اپنے فرائض صحیح معنوں میں ادا کر رہے ہیں؟ وہ بالکل نہیں کر سکتے کہ ان کی وجوہات اور ہو چکی ہیں۔ اب پولیس تنہا ایک ادارہ نہیں رہا۔ پولیس کے ساتھ اور چیزیں بھی شامل ہو چکی ہیں۔ جس میں ایک سیاسی عنصر ہے، ایک وہ عنصر ہے جو سمگلرز ہیں اور drug dealers ہیں وہ شامل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں عوام بھی شامل ہیں کیونکہ ابھی تک وہ پوری طرح سے نہ تو دلیر ہوئے ہیں اور نہ ان میں آواز اٹھانے کی طاقت موجود ہے۔ اب میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ شیرشاہ سوری کا نظام ایسا تھا کہ اگر کہیں بھی قتل ہو جاتا تو جس موضع میں ہوتا تھا اس میں یہ حکم تھا کہ وہاں کے نمبردار نے اس قاتل کو ڈھونڈنا ہے، اگر وہ نہیں ڈھونڈ سکتا تو یقینی طور پر اس نمبردار کو سزائے موت ہو جاتی تھی۔ اس وجہ سے کہ اس کو اپنی جان کا خطرہ ہوتا تھا اس لئے وہ قاتل کو ڈھونڈ نکالتا تھا ورنہ اس کو اپنے انجام کے بارے میں علم تھا۔ اب یہاں پر یہ ہے کہ جرائم تنہا پولیس کے حوالے سے نہیں ہوتے بلکہ اس میں سیاسی عناصر بھی ہیں، اس میں عوام کے وہ لوگ بھی ہیں، عوام میں سے ایک خاص طبقہ بھی ہے جیسے ہم ٹاؤٹ کہتے ہیں۔ ٹاؤٹ وہ شخص ہے جو عوام اور تھانے کے درمیان ایک link کا کام کرتا ہے۔ عوام اور پولیس کے درمیان کام کرتا ہے۔ وہ علاقے کے ان لوگوں کو جن میں جرائم پیشہ بننے کا عنصر ہوتا ہے یا جراثیم ہوتے ہیں پولیس سے ملواتے ہیں۔ لہذا وہ پولیس کے لئے ایک رابطے کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس طریقے سے سادہ لوگوں کو لوٹ کر وہ پولیس کا پیٹ بھی بھرتا ہے اور اپنا پیٹ بھی بھرتا ہے۔

اب ہمارے ہاں دو قسم کا نظام ہے۔ صوبائی سطح پر چونکہ پولیس کا زیادہ کام ہے۔ اب تو وہاں پر دو حکومتیں بن چکی ہیں۔ ایک ضلعی حکومت ہے اور ایک صوبائی حکومت ہے۔ اب یہ دو part بن گئے ہیں حالانکہ اب جو نیا Police Order 2002 بنایا گیا ہے اس کے تحت پولیس کے اندر تقسیم کر دی گئی ہے۔ امن عامہ کی پولیس اور ہوگی اور جو رات کا پہرہ دے گی وہ اور ہوگی، تفتیش کے حوالے سے اور ہوگی تو اب اس طریقے سے کوشش کی گئی ہے کہ جرائم کو صحیح معنوں میں tackle کر کے مجرموں کو کیفرکردار تک پہنچایا جائے لیکن صورتحال یہ ہے کہ اب پولیس کے اندر بھی تناؤ پیدا ہوگیا ہے، ایک DPO ہے جسے ہم ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کہتے

ہیں پھر وہاں پر District Investigation Officer ہے ' ایک لیگل برانچ ہے۔ اس طریقے سے triangular بات بن گئی ہے اور ان کے اندر کھنچاؤ ہے ۔ وہ اب ایک دوسرے سے cooperate نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ہمارا نظام صحیح معنوں میں ہم آہنگ نہیں ہے۔

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس طریقہ کار کو کس طرح سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے ہم سیاستدانوں اور گورنمنٹ کے ضلعی ناظموں یا اپوزیشن میں ' گروہ بندی ہو چکی ہے' صوبائی سطح پر بھی گروہ بندی ہے' ایم پی ایز کے اندر ' ایم این ایز کے اندر ' ان کی لڑائیاں ہیں یہ ساری صورتحال ہے۔ اب ان چیزوں کے بے حد اثرات ہیں ۔ ان اثرات کو زائل کرنے کے لئے بڑی سوچ بچار کے بعد یہ پولیس آرڈر 2002 لایا گیا ہے ۔ اس کے اندر بہت ساری ایسی چیزیں سموئی گئی ہیں لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ پولیس کی تنخواہ صحیح ہو' ان میں اچھے کردار کے لوگوں کو لگا دیا جائے بلکہ میں نے گزشتہ حکومتوں میں بھی ایک تجویز دی تھی کہ اگر ایک ایس ایچ او کے علاقے میں کسی قسم کا crime ہوتا ہے ' سمگلنگ ہوتی ہے' منشیات کا دھندا ہوتا ہے یا وہاں پر ناؤٹ ہیں تو اس کی سزا ایس ایچ او کو بھی ملنی چاہیے۔ اگر وہاں پر کوئی crime ہو جائے اور وہ trace نہ کر سکے تو یہ تصور کیا جائے کہ وہ اس کا ذمہ دار ہے۔

جناب چیئرمین ! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس نظام میں ہمیں بنیادی تبدیلیاں لانی پڑیں گی اور اس کو enhance کرنا پڑے گا ۔ آپ یورپ میں دیکھیں ' دوسرے ممالک میں دیکھیں ' پولیس کے محکمے کی سب سے زیادہ تنخواہ ہے۔ سب سے زیادہ سپاہی کی تنخواہ ہے۔ یہاں پر کانسٹیبل کی تنخواہ روٹی کے لئے پوری نہیں ہوتی۔ آفیسر کی تنخواہ پوری نہیں ہوتی ' وہ وردی نہیں رکھ سکتے۔ پھر temptations بھی ہیں اور پھر اختیارات اتنے وسیع ہیں کہ وہ جو چاہیں کر لیں 'آپ ان کا کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر تفتیش سو دفعہ آپ کرالیں اور اس میں وہ چاہیں کہ وہ آپ کے خلاف تفتیش کرنا چاہتے ہیں اور اس کو پکا رکھنا چاہتے ہیں تو ایک دوسرے سے مل کر ایک بے گناہ کو گناہ گار ثابت کر دیں گے اور گناہ گار کو بے گناہ ثابت کر دیں گے ۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ۔ ہمارے اپنے معاشرے کے اندر اوپر سے لے کر نیچے تک برائیاں ہیں جن میں ہم سیاستدان بھی ملوث ہیں' قومی سطح کے لوگ بھی ملوث ہیں' صوبائی سطح کے لوگ بھی

ملوث ہیں اور ڈسٹرکٹ سطح کے لوگ بھی ملوث ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر ہماری حکومت یا صوبائی حکومتیں جن سے ان کا concern ہے' ان کی تنخواہوں کا خیال رکھے اور جو انہوں نے Police Order 2002 میں صورتحال کو سنبھالا ہے یا مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے تو ان کو اپنا کام کرنے دیں اور صحیح معنوں میں ان کو free hand دیں' ان پر دباؤ نہ ہو ۔ ایک بات اور بھی ہے کہ عوام میں بھی کمزوری ہے۔ ایک قتل ہو جاتا ہے۔ سامنے بازار میں ہوتا ہے' فوری طور پر بازار بند ہو جاتا ہے' دو سو آدمی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پولیس تفتیش کرنے جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ مجھے تو پتا نہیں میں تو دکان پر نہیں تھا۔ میں نے چھٹی کی ہوئی تھی۔ قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ سچی گواہی دے دو چاہے آپ کی جان چلی جائے۔ تو ہم میں ابھی تک وہ character پیدا نہیں ہوا۔ اگر ہمیں گواہی دینی پڑتی ہے تو ہم جھوٹی گواہی دینے کے لئے تو فوراً تیار ہوتے ہیں' مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں' سچی گواہی دینے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں اور واقعات سرعام ہوتے ہیں ' ڈکیتیاں ہوتی ہیں ' بنک لوٹے جاتے ہیں کافی لوگ دیکھتے ہیں تو جب ان کو گواہی کے لئے کہا جاتا ہے تو کوئی بھی تیار نہیں ہوتا ۔ اس وجہ سے اس میں پولیس کا بھی قصور نہیں ہے ۔ پولیس کے لئے جو عوام کی طرف سے اخلاقی امداد چاہیے وہ بھی نہیں اور نہ ہی ان کو صحیح تنخواہ ملتی ہے اور نہ ہی شہادت کے لئے لوگ اس کی مدد کرتے ہیں۔ پھر مجبوراً وہ ان عناصر کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیتے ہیں یا جو سمگلر ہوتے ہیں یا منشیات فروش ہوتے ہیں یا ناؤٹ ہوتے ہیں۔ اس طریقہ کار سے جو ہماری شکایتیں ہیں کہ فلاں جگہ پر FIR درج نہیں ہوئی ' یہ FIR جھوٹی درج ہوگئی ہے' اس طریقے سے معاشرے کی cross section society میں ہم پوری طرح سے جب تک ہم آہنگ نہیں ہوں گے تمام sections of societies یہ realise نہیں کریں گی کہ یہ ہمارا ملک ہے' یہ ہماری قوم ہے' ہم نے اس کو آگے لے جانا ہے' اس کو ہم نے ہم آہنگ کرنا ہے اور قانونی اداروں کے ساتھ تعاون کرنا ہے اور قانونی اداروں نے ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہے تو اگر ان بنیادوں پر انشاء اللہ ہم چلتے ہیں تو ہمارا محکمہ بھی ٹھیک ہوگا اور لوگوں کو سہولت بھی ہوگی اور اس طریقہ کار سے قانون کی فرمانروائی بھی ہوگی ۔ میری یہ چند گزارشات تھیں ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ ڈاکٹر شہزاد وسیم۔

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم (وزیر مملکت برائے امور داخلہ): Thank you Mr. Chairman. سب سے پہلے تو میں honourable colleague گلشن سعید کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے یہ motion move کی تاکہ اس اہم مسئلے پر اظہار خیال کا موقع ملے۔ پولیس اور عوام کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور ہم کیونکہ اپنے آپ کو عوامی نمائندے سمجھتے ہیں، عوامی نمائندے ہیں تو ہم ان تمام چیزوں کا احساس رکھتے ہیں جس سے ایک عام آدمی کا واسطہ پڑتا ہے۔ جب سے انسانی معاشرے کا قیام ہوا ہے اس وقت سے انسانی معاشرے میں جرائم بھی رہے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ جس طرح انسانی معاشرے نے اپنے خدوخال تبدیل کئے ہیں اسی طرح جرائم کی نوعیت تبدیل ہوتی رہی ہے۔ جرائم کے حوالے سے تین چیزیں بنیادی ہیں جن پرہمیں بات کرنی پڑے گی۔ ایک ان جرائم کے محرکات ہیں۔ دوسرا جرم ہونے کی صورت میں reaction of state کی طرف سے جوتفتیش کی صورت پولیس کا محکمہ اور allied agencies کرتی ہیں اور تیسرا اس تفتیش کے نتیجے میں وہ انصاف ہے جو کہ ultimately اس شکایت کنندہ کو ملنا چاہیے۔

جہاں تک ان جرائم کے محرکات کا تعلق ہے یہ ایک علیحدہ debate ہے، میں اس کی detail میں نہیں جانا چاہوں گا لیکن ہمیں ان تمام معاشرتی عوامل پر نظر رکھنے کی ضرورت ہوگی، جب تک ہم ان کو adjust نہیں کریں گے، جب تک ہم ان کو identify نہیں کریں گے یہ سلسلہ اپنے منطقی انجام تک نہیں پہنچ سکے گا۔

جناب والا! میں اپنے آپ کو focus رکھنا چاہوں گا پولیس اور اس کی کارکردگی کے حوالے سے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ورثے میں ہمیں کس قسم کا ڈھانچہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کی صورت میں ملا ہے۔ یہاں پر تمام honourable members نے تقاریر میں کسی نہ کسی طور پر اس کی طرف نشاندہی کی ہے اور اس ڈھانچے کی شکل ان تمام شکایات کی صورت میں نظر آتی ہے جن کا یہاں پر ذکر ہوا۔ اس میں پولیس کا رویہ عوام کے ساتھ، رشوت کی شکایات، تھانہ کلچر کی بات، سیاسی مداخلت کا ذکر اور وہ پولیس سٹیشن جو کہ ایک مظلوم آدمی کے لئے، عام آدمی کے

لئے ایک safe house ہونا چاہیے تھا وہ مجرموں کے لئے safe house کی صورت میں نظر آیا۔ اس بنیادی ڈھانچے کو ٹھیک کرنے کے لئے اس حکومت نے ایک انقلابی قدم اٹھایا اور وہ police order کا نفاذ تھا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ابھی تک ہمیں وہ ثمرات نظر نہیں آئے جو کہ اس police order کے ذریعے نظر آنے چاہییں اور اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ایک صدیوں پرانے سسٹم کو آپ ایک نئے سسٹم کے ساتھ، ایک بہتر سسٹم کے ساتھ تبدیل کرنے کی کوشش میں ہیں اور یہ جو transition period ہے جس میں ایک سسٹم جا رہا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا سسٹم آ رہا ہے مگر اپنی بھرپور صورت میں ابھی تک وہ قائم نہیں ہوا۔ حکومت کی ترجیحات میں یہ شامل ہے کہ جلد از جلد Police Order, 2002 کا مکمل طور پر نفاذ کیا جائے تاکہ یہ نیا system عوام کو بہتر services مہیا کر سکے۔ Sir, system کوئی بھی ہو، وہ اس وقت مکمل طور پر benefits نہیں دے سکتا جب تک اس کے پیچھے اس کا concept ساتھ نہ چلے۔ جو پرانا police culture چلا آ رہا ہے، اس کا جو basic concept رہا ہے، عوام دوست ہونے کی بجائے عوام کو دبانے کا تھا اور یہ ہم نے prepartition inherit کیا۔ بجائے عوام دوست ہونے کے ڈنڈے کے زور پر law and order situation maintain کرنے کے لئے یہ system قائم کیا گیا تھا۔ جو concept ہم لانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ ہے کہ پولیس عوام دوست اور عوام مددگار کے طور پر سامنے آئے، پولیس اور community ایک entity بن کر چلے۔ آج terrorism کے حوالے سے، جرائم کے حوالے سے جن challenges کا سامنا ہے، اس وقت تک ان میں کامیابی ممکن نہیں ہے جب تک پولیس اور عوام دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں چل سکیں گے۔ مثال کے طور پر میں ان چند چیزوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا یہاں پر تجربہ کیا گیا اور وہ بڑا کامیاب تجربہ ثابت ہوا جو یہ بتاتا ہے کہ اگر صحیح طریقے سے کوشش کی جائے تو پولیس کے اوپر لوگوں کا confidence develop کیا جا سکتا ہے اور پولیس کا community کی طرف attitude بھی change کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ایک example Rescue-15 کا یہاں پر قیام تھا اور وہ ایک success story رہی ہے اور اس کے ذریعے عوام اور پولیس کے درمیان جو خلیج تھی، اس کو پاٹنے میں کافی مدد ملی ہے۔ یہاں پر safe house scheme شروع کی گئی، اب ہماری ترجیحات میں community police کا concept

ہے جس کے اوپر ابھی کافی زور و شور سے کام ہو رہا ہے اور میں personally بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو enforce کے بغیر ہم اس basic concept کے قریب نہیں پہنچ سکتے۔ Sir, police بھی معاشرے کے لئے ڈاکٹر کا ہی role رکھتی ہے اور جس طرح ہم medical field میں دیکھتے ہیں کہ کسی بھی بیماری، کسی بھی emergency کی صورت میں ایک emergency centre ہوتا ہے اور اس emergency centre کے response کو اور اس کی performance کو evaluate کیا جاتا ہے کہ اس نے اس emergency کی صورت میں کس طرح perform کیا۔ Sir, اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک family physician کا بھی role ہوتا ہے اور وہ family physician جو ہے، وہ family اور institution کے درمیان ایک confidence build کرتا ہے۔ اس طرح کسی بھی واردات کی صورت میں، کسی بھی جرم کی صورت میں، کسی بھی emergency کی صورت میں جو پولیس کا response ہے، میں اس کو emergency response کی صورت میں لیتا ہوں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ جو community اور پولیس کی عام دنوں میں ایک participation کی صورت ہے جو community police officer provide کر سکتا ہے، اس کی importance کو ضرور emphasise کرنا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر ہم pre-emptive side پر نہیں جا سکتے۔

Sir, اب response کی بات کر لیتے ہیں، کسی بھی force کے response کو بہتر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک efficient force کے طور پر سامنے آئے۔ میرے کئی colleagues نے بھی بڑی اچھی تجاویز پیش کیں جن میں top of the line ان کی training اور capacity building ہے۔ اس وقت ہماری پوری توجہ training کے اوپر ہے کیونکہ یہ جتنے concepts ہیں اور یہ جتنی changes آپ لانا چاہتے ہیں، یہ اس وقت ٹھیک طرح نافذ نہیں ہو سکتیں جب تک وہ force جنہوں نے ان تمام departments کے اندر کھپنا ہے، اس کی training اس standard کی نہیں ہو گی۔ Sir, اس سلسلے میں National Police Academy کے role کی میں یہاں پر بات کرنا چاہوں گا اور میں دعوت بھی دینا چاہوں گا کہ ہمارے جو بھی senators اگر کسی وفد کی صورت میں جانا چاہیں یا standing committee کے حوالے سے وہ ضرور جائیں، وہ ان facilities کو بھی دیکھیں اور دیکھیں کہ کس طرح training کے لحاظ سے ہم

ان institutions میں change لا رہے ہیں۔ Human rights concepts کے حوالے سے، attitude کے حوالے سے، character building کے حوالے سے، integrity کے حوالے سے آج ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں وہاں پر ڈنڈے کے ساتھ اچھی پولیس نہیں ہوسکتی۔ اس وقت ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے اور اب تو خود مجرم ٹیکنالوجی کا سہارا لئے پھر رہے ہیں تو یہ تو ایک ongoing battle ہے۔ جب تک آپ ٹیکنالوجی کو مناسب طریقے سے adopt نہیں کریں گے آپ بہتر service نہیں دے سکتے۔ ہم نے اسلام آباد پولیس کو ایک ماڈل پولیس بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور کچھ اس سلسلے میں steps بھی لئے گئے ہیں۔ میں کچھ کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ Security camera installation کی بات ہے۔ ابھی نادرا کے ساتھ مل کر feature identification number tracking system کا ایک سلسلہ شروع ہے جو جلد ہی نافذالعمل بھی ہو جائے گا۔ ایک laboratory کا قیام ہے۔ یہ چند چیزیں ہیں جن کی تفصیل میں جائے بغیر اپنے concept کو clear کرنے کے لئے آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر ایک اور چیز کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ وہ یہ ہے کہ ابھی تک پولیس میں jack of all trades but master of none کی بات تھی کہ وہی آفیسر ہے، وہی تفتیش بھی کر رہا ہے، اس کے بعد وہی ٹریفک میں جاتا ہے، وہی VIP security پر جاتا ہے۔ ابھی ہم ان مختلف departments کو speciality کے حوالے سے علیحدہ کر رہے ہیں۔ Security, watch and ward investigation ان تمام departments کو as a speciality treat کیا جائے گا۔

یہاں پر سیکورٹی کے حوالے سے کئی دوستوں نے اظہار خیال کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو نئے challenges درپیش ہیں ان میں terrorism جو سرفہرست ہے۔ VVIP Security ایک اچھا خاصا چیلنج بن کر سامنے آیا ہے اور اس پر بھی اس وقت وزارت داخلہ ایک پورے new concept پر کام کر رہی ہے۔ ایسے طریقے استعمال کئے جائیں کہ عوام کو کم سے کم مشکلات ہوں اور اس سیکورٹی کو بھی اچھے طریقے سے کیا جائے۔

آخر میں پولیس ویلفیئر کی بات کروں گا جس کی طرف تمام دوستوں نے اشارہ کیا ہے۔ کوئی بھی department اس وقت تک اچھا perform نہیں کرسکتا جب تک

department کے لوگ خود satisfied نہ ہوں ۔ اس وقت equipment کی جو حالت ہے، جو پولیس کے اہلکاروں کی salaries situation ہے، جو اس وقت نفری کی problems ہیں، یہ وہ تمام problems ہیں جن کی موجودگی میں شاید ممکن نہ ہو۔ اس سلسلے میں بھی وزارت داخلہ نے تمام اقدامات اٹھائے ہیں اور متعلقہ ministries کے ساتھ negotiations میں ہیں تاکہ زیادہ مراعات اور facilities پولیس کے نوجوانوں کے لئے حاصل کی جا سکیں تاکہ viable force کے طور پر سامنے آئے ۔ اس سے پہلے کہ میں conclude کروں جناب! آخر میں ایک بات کرنا چاہوں گا کہ ہم سب کو as a team کام کرنا ہے اور ہمارے جتنے بھی یہاں پر legislators تشریف فرما ہیں ان تمام باتوں سے بخوبی آگاہ ہیں ۔ میں چاہوں گا کہ ان کی جو بھی تجاویز ہیں جو بھی ان کا contribution ہے ہم اس کو welcome کرتے ہیں ان سب کو ساتھ لے کر چلیں گے ۔ شکریہ ۔

Mr. Chairman: I think, we were discussing the press earlier and we will have the high esteem for our brothers and sisters in the press. We appreciate the efforts made by our colleagues particularly, Pari Gul Agha, Kamil Ali Agha Sahib and Mr. Tariq Azeem. I think, you were supposed to check something and come back., you have any luck in that Tariq Sahib?

Senator Tariq Azeem Khan: Thank you, Mr. Chairman. Further to the statement I made earlier to the House,

میری جناب راجہ بشارت صاحب سے ٹیلیفون پر بات ہوئی ہے اور دوبارہ انہوں نے confirm کیا ہے کہ وہ خود اور نہ ہی حکومت پنجاب اس معاملے میں ملوث ہے ۔ راجہ صاحب کو تو اس چیز کا علم بھی نہیں تھا جب تک کہ یہ واقعہ نہیں ہوا ۔ آج کے دو پہلو ہیں ۔ ایک administrative پہلو ہے جس میں پولیس کی involvement ہے اور دوسرا ہے judicial. اس میں تو ہم جا نہیں سکتے matter is subjudice. لیکن جب راجہ صاحب سے میری بات ہوئی تو جو ابھی decide

کیا گیا ہے اس میں کوئی پولیس ایکشن نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی صحافی اس معاملے میں گرفتار کیا جائے گا۔ Police is being withdrawn جس کی بھی انہوں نے duty لگائی تھی، اس میں پولیس کوئی further action نہیں لے گی۔

Judicial process continue رہے گا اور امید کی جاتی ہے کہ اگر اس معاملے کو افہام وتفہیم سے حل کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری تجویز پر دونوں فریقین نے اس چیز کو accept کیا ہے کہ ایک conciliation committee تشکیل دی جائے۔ اب ان دو فریقوں پر depend کرتا ہے کہ کون کون سے لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں، میری ان سے request ہے کہ تین یا چار senior صحافی دونوں sides سے کمیٹی بنالیں اور ان کی درخواست پر یہ کہا گیا ہے کہ میں خود اور کامل علی آغا صاحب اس کمیٹی کے ساتھ مشاورت کریں اور ان کی help کریں جس کے لیے ہم تیار ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو ہم اس میں help کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن امید کی جاتی ہے کہ اس معاملے کو افہام وتفہیم سے حل کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین۔ بھنڈر صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی تجویز تھی کہ اتنا بڑا ہمارا agenda ہے، کچھ items اس کے procedure commmittee دیکھ رہی ہے، اس کا بھی کوئی طریقہ دیکھے کہ extra sitting یا how can we clear this because کافی کام accumulate ہوچکا ہے تو میرا خیال ہے کہ کمیٹی اس کو بھی دیکھ لے۔ جب باقی دیکھے گی تو اس میں پھر اس کو بھی consider کرلے۔ Now I read out the message from the President.

In exercise of the powers conferred by Clause 1 of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate session summoned on 27th of October, 2004 on the conclusion of its business on 2nd November, 2004.

sd/-

General Pervez Musharraf

President, Islamic Republic of Pakistan.

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلم علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین۔

(The Senate was prorogued sine die).